فرضی چور

اشتیاق احمد

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز
لاہور ـــــ حیدر آباد ـــــ کراچی

طابع : شیخ نیاز احمد
مطبع : علمی پرنٹنگ پریس ۱۷ ہسپتال روڈ لاہور
قیمت : چار روپے پچاس پیسے

مقام اشاعت
شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز
ادبی مارکیٹ — چوک انارکلی — لاہور

ساتواں ناول مکمل طور پر محمود، فاروق اور فرزانہ کا کارنامہ ہے۔ انسپکٹر جمشید اس مرتبہ مشورہ دینے کی حد تک بھی شامل نہیں ہیں — اس لحاظ سے یہ ان کا ایک زبردست کارنامہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ حسب معمول تینوں آپ کو قہقہے لگانے کی دعوت دیتے نظر آئیں گے۔ کہانی ختم کیے بغیر آپ اطمینان کا سانس لے سکیں، ناممکن ہے۔ اگلا ناول "زہریلے چاکلیٹ" ہوگا جو اپنے نام کی طرح ہی عجیب و غریب ناول ہوگا۔

اشتیاق احمد

چوری

الطاف شاہد اپنے بھتیجوں اور بیوی کے ساتھ ناشتا کر رہے تھے۔ بھتیجوں، بیگم صاحبہ اور ایک طرف کھڑے ملازموں کے چہروں پر رونق صاف بتا رہی تھی کہ آج پہلی تاریخ ہے اور انہیں جیب خرچ اور تنخواہ ملنے والی ہے۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے تین بھتیجوں منصور، جاوید اور ثریا ــــ تین ملازموں کریم، انور، رشید اور صفیہ بیگم کو جیب خرچ یا تنخواہ دینا ان کی پرانی عادت تھی۔

وہ بہت بڑے زمیندار تھے۔ عمر پینتالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ شادی کو بیس سال گزر چکے تھے لیکن آج تک اولاد کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ اور پچھلے چند سالوں سے تو بالکل ہی مایوس ہو گئے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے تین بھائیوں کے ایک ایک بچے کو اپنے پاس بلا لیا تھا ــــ اب یہی تینوں ان کی اولاد تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اعلان کر دیا تھا کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد کے یہی تینوں بچے اور ان کی بیوی حق دار ہوں گے۔ تینوں بھتیجوں کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے پانچ سال گزر چکے تھے۔ تینوں کالج میں پڑھتے تھے۔ یہاں انہیں ہر طرح کا آرام تھا۔ کھانے پینے کی کھلی چھٹی تھی۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے تھے۔ پھر ہر ماہ کی

پہلی تاریخ کو دو دو سو روپے جیب خرچ بھی ملتا تھا جو وہ فضول خرچیوں میں اڑا دیتے کیونکہ کھانے پینے اور پہننے کو تو گھر سے مل جاتا تھا۔

"آج تمہارے چہروں پر بڑی رونق ہے۔" انہوں نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی ـــ پہلی تاریخ جو ہوئی۔" منصور بول اٹھا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں، ایسی رونق تمہارے چہروں پر ہر روز ہی نظر آیا کرے۔"

"تو ـــ ابا جان! آپ ہمیں ہر روز دو دو سو روپے دے دیا کریں۔" ثریا نے ہنس کر کہا۔

"چپ، شریر کہیں کی۔"

"تم دن بدن لالچی ہوتی جا رہی ہو۔" جاوید نے ناک چڑھا کر کہا۔

"شکریہ!" ثریا پھر مسکرائی ـــ اس کی عادت تھی بات بے بات مسکراتی رہتی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم سب ناشتے سے فارغ ہو چکے ہیں۔" الطاف شاہد بولے۔

"جی ہاں!" کمرے میں دو تین آوازیں ابھریں۔

"تو پھر تمہارا حساب چکا دینا چاہیے ـــ لو بیگم! تجوری میں سے دو ہزار روپے نکال لاؤ۔"

"دو ہزار!" صفیہ بیگم نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں، کیوں ـــ ہر ماہ دو ہزار ہی تو نکال کر لاتی ہو ـــ چھ سو ان تینوں کے ـــ چھ سو ملازموں کے اور آٹھ سو تمہارے۔"

"میرے نہیں ـــ گھر کے خرچ کے۔"

"خیر ـــ یہی سہی۔"

"کتنی مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے ـــ اب آٹھ سو روپے میں میرا گزارا نہیں ہوتا اور پھر آپ ہر ماہ میرا جیب خرچ ہضم کر جاتے ہیں۔" صفیہ بیگم نے جل بھن کر کہا۔

"تم ہر ماہ درمیان میں جو کسر نکال لیتی ہو ـــ یاد نہیں، اس مرتبہ تم نے پندرہ تاریخ کو ساڑھے چار سو روپے اور لیے تھے۔"

"تو کیا کیا جائے ـــ پورا جو نہیں پڑتا۔"

"تو ٹھیک ہے ـــ جب ختم ہو جائیں اور لے لینا۔"

"اور میرا جیب خرچ ـــ"

"وہ انہی آٹھ سو میں سے نکال لینا۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔"

صفیہ بیگم نے چابی اٹھائی اور الطاف شاہد کے کمرے میں چلی گئیں۔ چند منٹ بعد ہی وہ بدحواسی کے عالم میں دوڑتی ہوئی واپس آ گئیں۔

"ارے! تم اتنی جلدی پیسے لے آئیں۔" الطاف شاہد نے چونک کر کہا۔

"غضب ہو گیا۔" وہ بولیں ـــ ان کی آنکھیں پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ـــ" کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

"تجوری میں سے ہیروں کا ہار غائب ہے۔"

"ہیروں کا ہار غائب ہے ___ مگر تم تو پیسے نکالنے گئی تھیں۔ پھر تمہیں ہار کا خیال کیسے آگیا؟" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"میں جب بھی تجوری کھولتی ہوں ___ سب سے پہلے اپنے ہار کو دیکھتی ہوں۔"

"اور کیا پیسے تجوری میں موجود ہیں؟" منصور نے پوچھا۔

"میں نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔"

"چلو میں دیکھتا ہوں۔" الطاف شاہد اپنے کمرے کی طرف لپکے۔ صفیہ بیگم اور تینوں بھتیجے بھی ان کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے ___ تجوری کا دروازہ کھلا ہوا تھا ___ الطاف شاہد نے پوری الماری کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"ہار واقعی غائب ہے۔"

"اور نقدی!" جاوید بولا۔

"کم از کم بیس ہزار روپے کم ہیں۔"

"کیا کہا!" وہ چلائے۔

"ہاں ___ بیس ہزار روپے غائب ہیں۔"

"اُف خدا ___ چوری ___ سراسر چوری کی واردات ہے ..... آپ کو فوراً پولیس میں رپورٹ کرنی چاہیے۔" منصور نے کہا۔

"مجھے کچھ سوچنے تو دو ___ رپورٹ بھی درج کرا دیں گے ...... ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" الطاف شاہد بولے۔

"پندرہ ہزار روپے کا تو میرا ہار ہی تھا۔" صفیہ بیگم نے کھوئی کھوئی آواز میں کہا۔

الطاف شاہد نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی ___ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے ___ اچانک ان کے ذہن میں ایک نام ابھرا۔

انسپکٹر جمشید!

دوسرے ہی لمحے وہ ڈرائنگ روم کی طرف لپکے۔ دوسرے بھی ان کے پیچھے تھے۔

-

انسپکٹر جمشید اپنے دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے۔ کمرے کے ایک کونے میں اکرام بھی پرانی فائلیں الٹ پلٹ رہا تھا۔ ان دنوں شہر میں ایک ڈاکو نے اودھم مچایا ہوا تھا۔ اس کا نام ہزاد ڈاکو تھا۔ جہاں بھی ڈاکہ ڈالتا، اپنے نام کا کارڈ چھوڑ جاتا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اسی کا کارنامہ ہے۔ انسپکٹر جمشید دن رات اسی کوشش میں تھے کہ کسی طرح ہزاد ڈاکو کو گرفتار کیا جائے۔ اس وقت تک وہ تین بنک اور شہر کے چار رئیسوں کو لوٹ چکا تھا۔ اکرام ہزاد ڈاکو کا پچھلا ریکارڈ تلاش کر رہا تھا جب کہ انسپکٹر جمشید ہزاد ڈاکو کے نئے ڈاکے کا تفصیلی جائزہ لے رہے تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور آپریٹر کی آواز سنائی دی:

"انسپکٹر جمشید پلیز۔"

"یس!"

"رحمان نگر سے ٹرنک کال ہے۔"

"اچھا — ملادو۔" یہ کہہ کر وہ پھر پڑھنے لگے اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو! جمشید — یہ میں ہوں الطاف۔"

"وہ تو میں پہلے ہی سمجھ گیا ہوں — کہو کیا حال ہے — اور میری یاد کیسے آ گئی۔"

"تمہاری یاد بھلا کن موقعوں پر آ سکتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری تجوری سے ہیروں کا ایک ہار ..... اور تقریباً بیس ہزار روپے غائب ہیں۔"

"کیا!" انسپکٹر جمشید حیرت کی وجہ سے چلائے۔

"ہاں — اور تم یہاں مزے سے بیٹھے ہو۔"

"تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ نقدی گھر میں نہ رکھا کرو۔"

"یار کیا کروں — تم تو جانتے ہی ہو — رحمان نگر سے بینک بہت دور ہے — بس اسی وجہ سے تھوڑی بہت نقدی گھر میں رکھتا ہوں۔"

"اور ہیروں کا ہار کس خوشی میں گھر میں رکھا ہوا تھا۔"

"بیگم اسے اکثر پہنتی رہتی ہے۔"

"ہوں — خیر یہ بتاؤ — چوری کب ہوئی۔"

"میں چور نہیں ہوں۔" الطاف شاہد کی تلخ سی آواز آئی۔

"کیا مطلب؟"

"ارے بھائی — یہ تو چور ہی بتا سکتا ہے کہ اس نے چوری کب کی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں ابھی معلوم ہوا ہے۔"

"ہاں!"

"کیا تجوری کا دروازہ کھلا ملا تھا۔"

"ٹھہرو — بیگم سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔"

"کوئی بات اُن سے پوچھے بغیر بھی بتا دیا کرو —" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔ چند سیکنڈ بعد الطاف شاہد کی آواز آئی۔

"دروازہ بند تھا۔"

"کیا مطلب — دروازہ بند ملا تھا — تو کیا چور کے پاس اس تجوری کی چابی تھی۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"کیس معمولی ہے — تم تھانے میں رپورٹ درج کرا دو۔"

"تھانے میں رپورٹ درج کرا دوں — تو پھر تمہارا فائدہ کیا ہوا۔"

"کیا مطلب — تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں — تم فوراً یہاں آ جاؤ — کیس اتنا معمولی نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہے ہو — آخر چور نے تجوری میں سے تمام نقدی کیوں نہیں چرائی۔"

"ضرورت سے زیادہ ایمان دار ہوگا — جتنی ضرورت تھی لے گیا۔"

"اور جب ضرورت پڑے گی دوبارہ آجائے گا — کیونکہ اس کے پاس تجوری کی چابی موجود ہے۔"

"اوہ ہاں — یہ بھی ٹھیک ہے —"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ فوراً آؤ۔"

"میں آجاتا ہوں — تم رپورٹ تو درج کرا دو۔"

"بھائی کہہ جو دیا رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔"

"کیوں؟"

"کہیں یہ کام میرے گھر کے کسی فرد کا نہ ہو۔"

"تمہارے گھر میں افراد ہی کتنے ہیں — تم، بھابی، تین بھتیجے اور تین ملازم، کیا تمہیں بھابی پر شک ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ کہیں اُن میں سے کوئی چور نہ ہو۔"

"ہاں — اگر ایسا ہوا — تو یہ میرے لیے بہت بڑی بدنامی کا سبب ہوگا۔"

"واقعی معاملہ نازک ہے — اچھا — میں شام تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا — اور ایک دن کے اندر اندر یہ مسئلہ حل کر دوں گا —"

"مجھے تم سے یہی اُمید تھی — اسی لیے تو میں نے تمہیں فون کیا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے — ٹھیک چھ بجے شام اسٹیشن پر میرا انتظار کرنا — گاڑی یہاں چھ بجے ہی پہنچتی ہے نا۔"

"ہاں —"

"تو بس — ٹھیک ہے — خدا حافظ!"

"خدا حافظ!"

جونہی انسپکٹر جمشید نے فون کا ریسیور رکھا ایک سب انسپکٹر اندر داخل ہوا۔

"سر! ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ بہزاد ڈاکو نے نیشنل بنک پر کامیاب ڈاکہ ڈالا ہے۔"

۲

محمود اور فاروق ابھی سکول سے آئے ہی تھے کہ بیگم شیرازی اندر داخل ہوئیں:

"السلام علیکم آنٹی۔" تینوں کے منہ سے نکلا فرزانہ بھی وہیں موجود تھی۔ البتہ بیگم جمشید اندر باورچی خانے میں تھیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا! — تمہارے ابو کا ابھی ابھی فون آیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ تم دونوں گھر ہی رہنا — کہیں جانا نہیں۔"

"اوہ — اچھا۔"

بیگم شیرازی اتنا کہہ کر چلی گئیں — ان کے نکلتے ہی محمود اور فاروق نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا —

"یہ آج ہم پر پابندی کیوں لگ گئی۔" فاروق بولا۔

"ہو سکتا ہے نیشنل پارک میں ہمارے لیے کوئی خطرہ ہو۔" محمود نے کہا۔

وہ دونوں شام کو چار بجے نیشنل پارک میں ہر روز پڑھنے جاتے تھے۔

"آج کل ابا جان یوں بھی بہت پریشان رہتے ہیں۔"

"ہاں! بہزاد ڈاکو کی وجہ سے۔"

"کیوں نہ ہم ان کے لیے کچھ کریں —" فرزانہ بول اٹھی۔

"مثلاً!"

"بہزاد ڈاکو کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں..... کیا ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے۔"

"کر تو سکتے ہیں — لیکن ابا جان مانتے ہی نہیں —"

"لیکن آج شاید انہوں نے تم دونوں کو اسی لیے روکا ہے کہ وہ ہم سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال ٹھیک ہو — لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔" محمود بولا۔

"یہ تو ابا جان ہی بتا سکتے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیوں — تمہارا دماغ بھی تو مشین کی طرح چلتا ہے — تم کیوں نہیں بتا سکتیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"تم میرے دماغ سے اتنا جلنے کیوں لگے ہو۔" فرزانہ نے شوخ مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا — میں کوئی لکڑی نہیں ہوں — آدمی ہوں — جلنا لکڑی کا کام ہے۔" فاروق نے بھی اس کا مذاق اڑایا۔

"بہت عقل مند ہو رہے ہو آج کل — کیا کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کا ارادہ ہے۔" فرزانہ پھر ہنسی۔

"جی نہیں — بڑے کارنامے تو بس تمہارے ہی لیے رہ گئے ہیں۔"

"تم دونوں پھر لڑنے لگے۔" محمود نے تنگ آ کر کہا۔

"اسے لڑائی نہیں..... نوک جھونک کہتے ہیں۔" فاروق نے جملہ چست کیا۔

"اچھا — مجھے نہیں معلوم تھا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا — اس کے اس انداز پر دونوں کو ہنسی آ گئی۔

"اب تو معلوم ہو گیا نا —" فاروق بھی بھلا کب پیچھے رہنے والا تھا۔

"توبہ ہے — تمہاری زبان تو قینچی کی طرح چلتی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"شکر کرو — ابھی یہ قینچی کی طرح ہی چل رہی ہے....." فاروق نے تابڑ توڑ جوابی حملہ کیا۔

"تو کیا اسے تلوار کی طرح چلانے کا ارادہ ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"نہیں — یہ تو اسے توپ کی طرح چلائے گا....." محمود ہنسا۔

"چلو اچھا ہے — ملک کی توپوں میں ایک کا اضافہ ہو جائے گا —" فرزانہ نے کہا۔

"اور اب تم دونوں کی زبانیں کس طرح چل رہی ہیں —" فاروق نے پھر جل کر کہا۔

"یہ تم تینوں کیا چلا رہے ہو۔" بیگم جمشید باورچی خانے سے نکل کر ان کی طرف آتے ہوئے بولیں۔

"جی! زبانیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا زبانیں —"

"جی ہاں — کیونکہ آج کل چلانے کے لیے یہی رہ گئی ہیں.... عمل تو اس دنیا سے اُٹھتا جا رہا ہے۔" محمود نے فلسفہ چھانٹا۔

"دنیا کی برائیوں کی طرف دیکھنے کی بجائے پہلے انسان کو اپنی برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔" بیگم جمشید نے جواب میں کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے امی جان!"

"اور تم دونوں ابھی تک نیشنل پارک نہیں گئے۔"

"جی — آج نہیں جائیں گے۔"

"کیوں؟"

"ابھی ابھی بیگم شیرازی آئی تھیں۔ وہ ابا جان کا حکم سنا گئی ہیں —"

"اچھا — لیکن کیوں۔"

"یہ تو ابا جان ہی جانیں۔"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"شاید ابا جان آ گئے۔" فرزانہ دروازے کی طرف دوڑی — اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

"محمود اور فاروق کہاں ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی — اندر ہیں۔"

"تم تینوں فوراً تیار ہو جاؤ — تمہیں رحمان نگر جانا ہے۔" وہ اندر آ کر بولے۔

"رحمان نگر — انکل الطاف کے ہاں؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں!"

"کیوں — خیر تو ہے۔" بیگم جمشید نے پوچھا۔

"کسی نے اس کی تجوری سے ہار اور بیس ہزار روپے چرا لیے ہیں۔"

"ارے!"

"ہاں — اور شہر میں بہزاد ڈاکو نے قیامت برپا کر رکھی ہے۔ رحمان نگر میں خود ہی جاتا لیکن آج صبح ہی بہزاد ڈاکو نے نیشنل بنک پر ڈاکا ڈالا ہے۔ اس لیے میرا جانا بہت مشکل ہے۔"

"تو یہ بچے وہاں جا کر کیا کریں گے۔ الطاف نے پولیس کی مدد تو لے ہی لی ہو گی۔" بیگم نے پوچھا۔

"نہیں، وہ پولیس کی مدد نہیں لینا چاہتا۔"

"کیا مطلب —"

"اسے ڈر ہے کہ کہیں یہ حرکت اس کے کسی بھتیجے یا ملازم کی نہ ہو —"

"تو کیا آپ کے خیال میں یہ تینوں چور کا پتا چلا لیں گے۔"

"ہاں — اگر نہ چلا سکے تو دو تین دن بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"ابا جان! آپ کے جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی — ہم ان شاء اللہ یہ کام کر سکیں گے۔" محمود نے پورے یقین سے کہا۔

"بالکل —" فاروق اور فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ٹھیک ہے، تم تینوں تیار ہو جاؤ — میں تمہیں اسٹیشن پر چھوڑ آتا

ہوں ۔۔۔ رحمان نگر کے اسٹیشن پر ان کو الطاف موجود ملے گا۔"

"کیا انہیں معلوم ہے کہ ہم وہاں پہنچ رہے ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہو گا ۔۔۔ تم اسے ساری بات بتا دینا۔"

"جی اچھا۔"

آدھ گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید انہیں گاڑی میں سوار کرا رہے تھے۔

موم کے ذرّات

چھ بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ الطاف شاہد بے چینی سے پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے۔ انہیں انسپکٹر جمشید کا انتظار تھا جو چھ بجے والی گاڑی سے اترنے والے تھے۔ یہ چند منٹ گزارنا بھی ان کے لیے دو بھر ہو رہا تھا۔ وہ بار بار اسٹیشن ماسٹر سے جا کر پوچھ رہے تھے ..... کہیں آج گاڑی لیٹ تو نہیں ہے ۔۔۔ گاڑی ٹھیک چھ بجے پہنچ جائے گی نا ..... اسٹیشن ماسٹر ان سے اچھی طرح واقف تھا ۔۔۔ وہی کیا .... رحمان نگر کا تو بچہ بچہ ان سے واقف تھا۔ وہ ہر بار ان کی بات کا مسکرا کر جواب دے رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ آج الطاف شاہد کو گاڑی کا اتنی بے چینی سے کیوں انتظار ہے۔

آخر گاڑی کی تیز سیٹی سنائی دی ۔۔۔ اور پلیٹ فارم پر گڑگڑاہٹ شروع ہو گئی ۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی پلیٹ فارم سے آ لگی۔ وہ بے چینی کے عالم میں گاڑی کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھنے لگے۔ اس چھوٹے سے گاؤں میں اترنے والے تھے ہی کتنے۔ گاڑی سے صرف تین آدمی اور دو لڑکے اور ایک لڑکی اترے ۔۔۔ ان تینوں کو دیکھتے ہی الطاف شاہد ان کی طرف لپکے:۔

"السلام علیکم انکل!" تینوں انہیں دیکھتے ہی بولے۔

"وعلیکم السلام ۔۔۔ مگر تمہارے ابو کہاں ہیں؟"

"جی — وہ نہیں آئے۔" محمود بولا۔

"وہ نہیں آئے — کیا مطلب۔" الطاف شاہد حیران ہو کر بولے۔

"جی ہاں — وہ نہیں آسکے — شہر میں نیشنل بنک پر ڈاکا ڈالا گیا ہے .... یہ آج کی ہی بات ہے .... اس لیے ابا جان نہیں آسکے ...."

"اوہ .... اوہ .... تب پھر .... وہ مجھے فون کر دیتے .... انہوں نے تمہیں کیوں بھیجا؟" الطاف شاہد نے مایوسی کے عالم میں کہا۔

"جی — ان کا خیال ہے کہ یہ مسئلہ ہم تینوں حل کر دیں گے۔"

"تم حل کر دو گے —"

"جی ہاں!"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" الطاف شاہد نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں — ہو کیوں نہیں سکتا۔" فاروق بول اٹھا۔

"بھئی — تم — میرا مطلب ہے — تم ابھی بچے ہو۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں انکل — دراصل ابا جان کل پرسوں تک آجائیں گے — انہوں نے ہمیں ہراول دستے کی حیثیت سے بھیجا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"بہت خوب — تمہارا جملہ پسند آیا — تو آؤ چلیں۔"

الطاف شاہد نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھایا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

"چوری کس دن ہوئی۔" محمود نے کار چلنے پر پوچھا۔

"یہ نہیں معلوم — ہمیں آج صبح پتا لگا ہے۔"

"آخری بار تجوری کو کب کھولا گیا تھا —" محمود نے سوال کیا — اس کے

سوال پر الطاف شاہد نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

"حیرت ہے، تم تو بالکل پولیس انسپکٹروں کی طرح سوالات کر رہے ہو۔"

"آپ نے بتایا نہیں —"

"جہاں تک مجھے یاد ہے — آج سے تین دن پہلے تجوری میں نے خود کھولی تھی۔"

"اس وقت اس میں ہار اور نقدی موجود تھے۔"

"ہاں — میرا خیال ہے کہ تھے۔"

"یقین سے نہیں کہہ سکتے آپ۔" فاروق نے پوچھا۔

"میں نقدی کے متعلق تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ موجود تھی — البتہ ہار کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ہوں — خیر اس سے یہ نتیجہ تو نکالا ہی جا سکتا ہے کہ چوری ان تین دنوں کے اندر اندر ہوئی ہے — کیا ان تینوں دنوں میں گھر کے سب لوگ گھر میں ہی رہے۔" محمود نے پوچھا۔

"نہیں — ضرورت پڑنے پر گھر سے باہر تو ہر کوئی گیا ہوگا۔" الطاف شاہد نے جواب دیا۔

"میرا مطلب تھا گاؤں سے باہر تو کوئی نہیں گیا۔"

"نہیں — گاؤں سے باہر کوئی نہیں گیا۔"

"کوئی آپ کے ہاں مہمان تو نہیں آیا۔"

"نہیں۔"

"آپ کے کسی ملازم کا کوئی مہمان؟"

"نہیں ۔۔۔"

"بہت خوب ۔۔۔ اب باقی باتیں گھر چل کر ہی معلوم ہو سکیں گی۔" محمود نے کہا ۔۔۔ اور کار میں خاموشی چھا گئی۔

کار الطاف شاہد کی حویلی کے سامنے رک گئی ۔ حویلی کے عقب میں انہیں ایک لمبا چوڑا باغ بھی نظر آیا ۔ جس میں گھاس کا میدان بھی تھا۔ درخت پھلوں سے لدے تھے۔

"آہا ۔۔۔ انکل ۔۔۔ آپ کو تو پھل خریدنے ہی نہیں پڑتے ہوں گے۔" فرزانہ خوشی سے چلائی۔

"خریدنے .... نہیں بیٹی ۔۔۔ میں تو پھل بیچتا ہوں ۔۔۔ میرے تو پھلوں کے کئی باغات ہیں ۔ جن کا پھل شہر کی منڈی میں جاتا ہے۔"

"اور آپ لوگوں کو سیر کرنے کے لیے بھی کہیں دور نہ جانا پڑتا ہوگا۔" فرزانہ نے پھر کہا۔

"کیوں؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اس باغ میں ہی سیر کر لیتے ہوں گے۔"

"نہیں ۔۔۔ میں تو صبح سیر کرتا ہوا بہت دور نکل جاتا ہوں۔"

"اچھا ۔۔۔ پاس ہی اتنا اچھا باغ ہوتے ہوئے بھی آپ دور جاتے ہیں۔"

"جو مزہ لمبی سیر میں ہے وہ تھوڑی دیر کی سیر میں کہاں۔"

"لیکن ہم جتنے دن یہاں رہیں گے ۔۔۔ اسی باغ میں سیر کیا کریں گے۔" فرزانہ

بولی۔

"جو تمہارا جی چاہے کرنا ۔۔۔ جو چاہے کھانا ۔۔۔ یہ گھر تمہارا ہی ہے۔"

وہ کار سے اتر چکے تھے اور اب حویلی کے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دروازہ بہت بڑا تھا اور اس پر لوہے کی میخیں لگی تھیں۔ کار سے اترتے وقت الطاف شاہد کار کا ہارن بجا چکے تھے اس لیے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ایک ملازم نے دروازہ کھولا۔ اس کے چہرے پر بڑی بڑی خوفناک مونچھیں تھیں۔

"یہ رشید ہے۔" انہوں نے ملازم کا تعارف کرایا۔ پھر ملازم سے بولے۔

"یہ ہمارے مہمان ہیں اور کچھ دن یہیں رہیں گے ۔۔۔ میں نے ایک کمرہ ٹھیک کرنے کے لیے کہا تھا۔"

"جی ہاں ۔۔۔ کمرہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"تو دو کمرے اور ٹھیک کر دو۔" الطاف شاہد بولے۔

"وہ کس لیے انکل!"

"تمہارے لیے اور کس لیے۔"

"لیکن ہم تینوں ایک کمرے میں سونا پسند کریں گے ۔۔۔ اس لیے جو کمرہ ٹھیک کیا ہے، اسی میں دو بستر اور لگوا دیجیے۔"

"اچھا ۔۔۔ جیسے تم چاہو گے، ہو جائے گا۔" انہوں نے کہا۔

"سب سے پہلے تو ہم تجوری کو دیکھنا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کیوں نہ آج کے دن تم آرام کر لو ۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ کل تک تمہارے والد

آجائیں۔"

"ہم ان کے آنے سے پہلے کچھ نہ کچھ کر لینا چاہتے ہیں۔"

"اچھا تو آؤ — پہلے تمہیں گھر کے باقی ماندہ لوگوں سے ملادوں — پھر تجوری دکھاؤں گا۔"

وہ انہیں لے کر اندر آئے۔ سب لوگ چائے کی میز پر بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔

"کیا انسپکٹر جمشید آگئے۔" صفیہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا۔

"نہیں — وہ خود نہیں آئے —" الطاف شاہد نے بتایا۔

"کیوں۔" منصور نے چونک کر پوچھا۔

"وہ شہر میں بہت مصروف ہیں —"

"تو کیا انہوں نے اپنے بجائے یہ تین ننھے جاسوس بھیجے ہیں۔" جاوید نے ان تینوں کا مذاق اڑایا۔

"ہاں — یہ اسی مقصد کے تحت آئے ہیں۔"

"تب تو یہ ضرور چور کا پتا لگالیں گے۔" جاوید نے ہنس کر کہا۔

"جاوید — بری بات — یہ ہمارے مہمان ہیں اور مہمانوں سے ایسے لہجے میں بات نہیں کی جاتی۔" الطاف شاہد نے اسے ڈانٹا۔

"جی بہت اچھا — اب میں ان کا مذاق نہیں اڑاؤں گا۔" جاوید نے شریر لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں — کوئی بات نہیں — ہم نے آپ کی باتوں کا برا نہیں مانا۔" محمود نے اخلاقاً کہا۔

"نہیں مانا — تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اس قسم کی باتیں کر سکتا ہوں۔"

جاوید اپنی حرکتوں سے اب بھی باز نہیں آ رہا تھا۔

"جی ہاں — بڑی خوشی سے۔"

"جاوید — ہم تمہیں اتنا بدتمیز نہیں سمجھتے تھے۔" اس بار منصور نے اسے گھورا۔

"واقعی — جاوید — کچھ تو سمجھ سے کام لو —" ثریا نے منصور کا ساتھ دیا۔

"جی بہت اچھا —" آخر جاوید نے کہا۔

"یہ منصور ہے، یہ جاوید اور یہ ثریا ہے —" الطاف شاہد نے موضوع کو بدلنے کی خاطر تعارف کرانا شروع کر دیا۔ "رشید سے تم مل چکے ہو — کریم اور انور سے میں ابھی ملائے دیتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔" الطاف شاہد نے کہا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے منصور، جاوید اور ثریا کو بغور دیکھا اور کمرے سے نکل آئے۔ برآمدے میں پہنچ کر انہوں نے کریم اور انور کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے وہ دونوں بھی ان کے سامنے کھڑے تھے۔

"یہ کریم ہے۔" انہوں نے سفید ڈاڑھی والے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ انور ہے۔" یہ ایک نوجوان آدمی تھا — چہرہ پر ڈاڑھی مونچھیں نہیں تھیں۔ شاید ہر روز شیو کرنے کا عادی تھا۔

"اب ان کے کام بھی سن لو — کریم باورچی ہے، انور گھر کے دوسرے کام کاج کرنے پہ مامور ہے، مثلاً صفائی کرنا۔ سودا سلف لانا — رشید مکان کا چوکیدار ہے۔"

"جی — ہم سمجھ گئے۔" فاروق نے کہا۔

"تم تینوں — ان مہمانوں کا ہر حکم مانو گے — جو بات بھی یہ پوچھیں بے دھڑک بتاؤ گے، جو چیز مانگیں، دو گے — یہ میرے ایک بہت ہی عزیز دوست کے بچے ہیں۔" الطاف شاہد نے اپنے ملازموں سے کہا۔

"جی بہتر۔"

"ٹھیک ہے — اب تم جا سکتے ہو۔"

ملازموں کے جانے کے بعد وہ انہیں اپنے کمرے میں لے آئے — یہاں لوہے کی ایک بڑی سی تجوری دیوار میں نصب تھی - اس کا دروازہ بند تھا — تجوری پہ سبز رنگ کیا ہوا تھا۔

"اس کی چابی کہاں ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"یہ رہی —" انہوں نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہا۔

محمود نے چابی کو ان کے ہاتھ سے لے کر غور سے دیکھا — پھر فاروق کی طرف بڑھا دی — اس نے اسے خوب اچھی طرح اُلٹ پلٹ کر دیکھا — اس کے بعد فرزانہ کی باری آئی — الطاف شاہد ان تینوں کو حیرت اور تعجب سے دیکھ رہے تھے - آخر فرزانہ نے سر اوپر اٹھایا اور بولی۔

"ٹھیک ہے — چابی پر موم کے ایک دو ذرّات نظر آ رہے ہیں۔"

"موم کے ذرّات۔" الطاف شاہد حیران ہو کر بولے۔

"ہاں — ہم تینوں ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہیں۔" محمود نے بتایا۔

"اور وہ کیا —"

"وہ یہ انکل — کہ تجوری کی چابی کی نقل تیار کرائی گئی ہے۔"

"کیا!" الطاف شاہد کے حلق سے ایک چیخ کی شکل میں نکلا۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کاغذ کا پُرزہ

"جی ہاں — چابی کی نقل تیار کرانے کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ موم کے ٹکڑے پر چابی دبا کر اس کے نقش اتار لیے جاتے ہیں اور پھر کسی ماہر قفل ساز کے لیے انہیں دیکھ کر چابی تیار کرنا مشکل نہیں ہوتا —" محمود نے انہیں بتایا۔

"اوہ میرے خدا — تو... تو... کیا... میرا خیال ٹھیک تھا۔" الطاف شاہد بولے۔

"کیا خیال تھا آپ کا۔" فاروق نے پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ کہیں یہ گھر کے کسی فرد کی حرکت نہ ہو۔"

"اب اس کے سوا کچھ سوچا بھی کیسے جا سکتا ہے — آپ چابی کہاں رکھتے ہیں۔"

"جیب میں — یا سرہانے کے نیچے۔"

"بس ٹھیک ہے — دونوں جگہوں سے چابی حاصل کرنا گھر کے کسی فرد کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔"

"اور اب — اس تجوری کو کھولیے۔"

الطاف شاہد نے تجوری کھولی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بغور اس کا جائزہ لینے لگے۔

"اگر آپ نے پولیس کی مدد لی ہوتی تو فوراً چور کا پتا لگ جاتا۔" محمود نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"پولیس تجوری پر سے چور کی انگلیوں کے نشانات اٹھا لیتی اور پھر گھر کے ہر فرد کی انگلیوں کے نشانات سے انہیں ملایا جاتا۔"

"ضروری نہیں کہ اس طرح چور پکڑا ہی جاتا۔" فرزانہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

"کیوں۔" فاروق نے پوچھا۔

"چور اتنا بے وقوف نہیں ہے جتنا تم اسے سمجھ رہے ہو — جو شخص چابی کی نقل تیار کرا سکتا ہے، کیا وہ ہاتھوں میں دستانے پہن کر چوری نہیں کر سکتا۔" فرزانہ نے وضاحت کی۔

"تمہاری بات بھی وزن رکھتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"لو — اب باتیں بھی وزنی ہونے لگیں — ارے بھئی تم یہ کیوں بھولتے ہو کہ مجرم سے کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ہوتی ہے — اب چابی پر موم کے جو دو ایک ذرات رہ گئے ہیں کیا یہ اس کی غلطی نہیں ہے۔"

"ہاں تمہاری بات بھی بے وزن نہیں ہے۔" محمود نے اسے چڑانے کے لیے مسکرا کر کہا۔

"تم کوئی پرچون کی دکان کھول لو — ہر بات بس وزن، بے وزن —" فاروق نے جل کر کہا۔

"اچھا انکل اب تجوری کو بند کر دیں — اور سب کچھ ہم پر چھوڑ دیں — اب ہم خود ہی چور کو دیکھ لیں گے۔" محمود بولا۔

"جی ہاں ــــ ان کے پاس سلیمانی عینک ہے، جس سے یہ چور کو دیکھ لیں گے۔" فاروق نے اس کا مضحکہ اڑایا۔

"اور اس عینک کو فاروق کہتے ہیں۔" محمود ہنسا۔

"بھئی بہت خوب تمہاری یہ آپس کی نوک جھونک تو بڑی مزے دار ہے مگر فرزانہ بیٹی کچھ کم گو ہے۔"

"کیا کہا انکل ــــ یہ کم گو ہے ــــ یہی آپ کی سب سے بڑی بھول ہے ــــ جب اس کی زبان چلتی ہے تو بس پھر رکنے کا نام نہیں لیتی ــــ قینچی بھی کیا چلتی ہوگی ــــ اس کی زبان کے آگے۔" فاروق نے کہا۔

"یہ ٹھیک کہتے ہیں انکل ــــ جب انہیں قینچی کی ضرورت پڑتی ہے تو میری زبان سے کام چلا لیتے ہیں۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا ــــ جس پر الطاف شاہد کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"بہت خوب ــــ تم بھی ان سے کم نہیں ہو۔"

"کم ــــ انکل یہ تو ہم دونوں سے دو ہاتھ آگے ہے ــــ ابھی آپ نے اسے دیکھا ہی کہاں ہے۔" محمود نے کہا۔

"اتنی دیر سے تو دیکھ رہے ہیں ــــ اور تم کہتے ہو، دیکھا ہی کہاں ہے۔" فرزانہ پھر مسکرائی۔

الطاف شاہد ان کی باتوں پہ بار بار مسکرا رہے تھے، ہنس رہے تھے۔

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ضرور چور کا پتا چلا لو گے۔"

"شکریہ انکل! ہم اسی لیے آئے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں۔" محمود بولا۔

"اچھا ــــ اب تم لوگ آرام کرو ــــ تھوڑی دیر بعد کھانا تیار ہو جائے گا تو تمہیں کھانے کے لیے ڈرائنگ روم میں آنا پڑے گا.... انور!" انہوں نے بعد میں اپنے ملازم کو آواز دی۔

"جی حضور!" انور فوراً ہی اندر داخل ہوا، جیسے وہ دروازے سے لگا ہی کھڑا تھا۔

"انہیں ان کا کمرہ دکھا دو ــــ کیا وہاں دو بستر اور لگا دیے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔" الطاف شاہد نے اطمینان کا اظہار کیا۔

انور انہیں ان کے کمرے میں لے آیا۔ یہ دوسری منزل پہ تھا۔ تینوں نے کمرے کو چاروں طرف سے دیکھا ــــ اس میں دو دروازے اور دو کھڑکیاں تھیں۔ ایک کونے میں باتھ روم بھی تھا۔ تین بستروں کے علاوہ تین کرسیاں اور ایک میز بھی موجود تھیں۔ میز پہ دو تین رسالے اور اخبار پڑے تھے۔

"بہت اچھا کمرہ ہے ــــ" محمود نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔

"جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو، اس پلنگ کے سرہانے لگنے والا سوئچ دبا دیجیے ــــ میں حاضر ہو جاؤں گا۔" انور نے کہا۔

"بہت اچھا ــــ شکریہ!" فاروق نے کہا۔ اور انور کمرے سے چلا گیا ــــ

"دروازہ اندر سے بند کر لو ــــ" محمود نے کہا۔

فاروق نے دروازہ بند کر دیا ــــ کھڑکیاں پہلے ہی بند تھیں۔ دوسرا دروازہ بھی بند تھا ــــ وہ کچھ دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے ــــ اچانک فرزانہ کی

نظر دروازے کے نزدیک فرش پر پڑی۔

"ارے! یہ کیا ہے؟" دونوں نے بھی چونک کر اس طرف دیکھا ـــ پھر تینوں اُٹھ کر دروازے کے پاس آئے۔ یہ کاغذ کا ایک پرزہ تھا۔ جس پر لکھا تھا:

"تم قیامت تک چور کا پتا نہیں لگا سکتے!"

ع

تینوں نے ایک دوسرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر محمود نے آواز پیدا کیے بغیر دروازے کی چٹخنی گرائی اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ لیکن باہر کوئی بھی موجود نہ تھا۔

"کیا خیال ہے۔" محمود نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ پرزہ ہمارے آنے کے بعد ہی اندر پھینکا گیا ہے ـــ جھری میں سے ....یا فرش پر رکھ کر اندر سرکایا گیا ہے۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"ہوں ـــ ٹھیک ہے ـــ اس کا مطلب صاف ہے کہ چور گھر میں ہی موجود ہے۔"

"ہاں! یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔"

"اس پرزے کو سنبھال کر رکھنا چاہیے۔"

"کیوں ـــ اس کی کیا ضرورت۔" فاروق نے پوچھا۔

"احمق ہو تم ـــ اتنا بھی نہیں سمجھتے ـــ ارے بھائی چور کی تحریر ہمارے ہاتھ آ گئی ہے۔"

"سمجھا بھائی جان۔" فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"لو ـــ اب یہ تمہیں بھی احمق کہہ گیا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں ـــ" محمود نے تنک کر کہا۔

"اچھا ـــ جب تم مذاق کے موڈ ہو گے بتا دینا ـــ" یہ کہہ کر فاروق بستر پر بیٹھ گیا۔

"کیا سونے کا ارادہ ہے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"نہیں ـــ ابھی تو کھانا بھی کھانا ہے ـــ"

"اور کھانے کی میز پر ہی ہم چور کا پتا لگا لیں گے۔" محمود نے کہا۔

"وہ کیسے؟" فاروق نے پوچھا

"بس دیکھتے جاؤ۔" محمود نے کہا۔

"کیا دیکھتا جاؤں ـــ اس کمرے میں نظر ہی کیا آ رہا ہے۔" فاروق نے پھر مذاق کیا۔

"تم باز نہیں آؤ گے۔"

"جی ـــ آ گیا۔" فاروق نے ایسے انداز میں کہا جیسے محمود نے اسے بلایا ہو۔ فرزانہ کو ہنسی آ گئی۔

"تمہارے بھی دانت نکلنے لگے۔" محمود اس کی طرف مڑا۔

"نہیں تو ـــ میرے تو سارے دانت اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں۔" فرزانہ نے شوخ لہجے میں کہا۔

"توبہ ہے تم سے۔"

"توبہ تو گناہوں سے کی جاتی ہے۔" فاروق نے ایک لمحہ بھی رُکے بغیر کہا۔

"جی ہاں ۔۔ مجھے معلوم ہے۔" محمود نے تنگ آکر کہا۔

"مجھے تو بھوک لگ رہی ہے ۔۔۔ نہ جانے کھانا کتنے بجے ملے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"آٹھ بج رہے ہیں ۔۔۔ بس تیار ہی ہوگا۔"

"کیوں نہ انور کو بلا کر پوچھا جائے۔" فرزانہ نے کہا۔

"بُری بات ۔۔۔ ہم یہاں مہمان ہیں ۔۔۔ اور مہمان یہ نہیں پوچھا کرتے کہ کھانا کب ملے گا۔"

"لیکن میں اپنی بھوک کا کیا کروں۔"

"کسی طاق میں رکھ دو۔" فاروق نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسا نہ کرنا فرزانہ ۔۔۔ ورنہ فاروق اسے چرا لے گا۔" محمود کا موڈ بھی یکایک بدل گیا۔

"ہائیں ۔۔۔ یہ تم بولے ہو ۔۔۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ مذاق کے موڈ میں نہیں ہو۔"

"ہاں ۔۔۔ اس وقت نہیں تھا ۔۔۔ اب ہوں۔"

"آخر کیوں ۔۔۔ اتنی جلدی یہ تبدیلی کیسے آگئی ۔۔۔" فاروق نے پوچھا۔

"اس لیے کہ چور کا پتا لگانے کی بہت زوردار تجویز میرے ذہن میں آئی ہے۔"

"تمہارے ذہن میں آئی ہے۔" فاروق نے حیرت سے کہا۔

"ہاں کیوں ۔۔۔ کیا میرے ذہن میں کوئی تجویز نہیں آسکتی۔"

"میرا خیال تھا کہ ترکیبیں صرف فرزانہ کے ذہن میں ہی آسکتی ہیں۔"

"اب مجھے گھسیٹنے لگے۔" فرزانہ نے ہنس کر کہا۔

"نہیں تو ۔۔۔ میں تو اپنی چارپائی پر لیٹا ہوں۔"

"ہاں تو بتاؤ ۔۔۔ کیا تجویز سوچی ہے تم نے۔" فرزانہ نے محمود سے پوچھا۔

"کھانے کی میز پر بتاؤں گا۔"

"کیوں ۔۔۔ یہاں بتانے سے کیا تمہاری بھوک مرجائے گی۔" فاروق نے جل کر کہا۔ اسے محمود کی اس عادت سے چڑ تھی۔ جب بھی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں آتی ۔۔۔ وہ انہیں بتانے کی بجائے ٹال دیتا تھا۔

"بھوک تو پہلے ہی مرگئی ہے۔" محمود نے کہا۔

"اللہ اسے جنت میں جگہ دے ۔۔۔ اُمید ہے کہ اب تم باقی زندگی میں کچھ نہیں کھاؤ پیو گے۔" فاروق بولا۔

"کم از کم تمہیں ضرور کھاؤں گا ۔۔۔ تم آدمی ہو یا باتیں کرنے کی مشین۔" محمود نے بھی تیزی سے کہا۔

"اور تم آدمی ہو یا آدم خور ۔۔۔ جو مجھے کھانے کا پروگرام بنا رہے ہو۔"

"بھئی یہ کیا کھانا کھانا لگا رکھی ہے تم نے ۔۔۔ میری بھوک اور بھڑک اُٹھی ہے۔" فرزانہ نے معصومیت سے کہا۔

عین اسی وقت انور دروازے پر نمودار ہوا۔

"کھانا تیار ہے جناب ۔۔۔ مالک آپ کا میز پر انتظار کر رہے ہیں۔"

تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے ۔۔۔ محمود کے ہاتھ میں وہ پرزہ بھی موجود تھا۔

وہ جب کھانے کی میز پر پہنچے، الطاف شاہد اور گھر کے باقی چاروں افراد میز کے گرد جمع ہو چکے تھے ۔۔۔ وہ بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے ۔ کریم میز پر پہلے ہی کھانا لگا چکا تھا ۔۔۔ اور ایک طرف ادب سے کھڑا تھا ۔

"کریم بابا ۔۔۔ آج مہمانوں کے لیے کوئی خاص چیز بھی تیار کی ہے یا نہیں ۔"

"جی ہاں ۔۔۔ انڈوں کا حلوہ ۔"

"بہت خوب ۔۔۔ بھئی محمود ۔۔۔ ہمارے کریم بابا انڈوں کا حلوہ بہت مزے دار بناتے ہیں ۔۔۔ بس لوگ انگلیاں ہی چاٹتے رہ جاتے ہیں ۔"

"کیوں انکل ۔۔۔ کیا حلوہ ہاتھ سے کھانا پڑتا ہے ۔" فاروق نے مصنوعی حیرت سے کہا ۔ "میرا مطلب ہے انگلیاں چاٹنے کی ضرورت اسی صورت میں پیش آسکتی ہے ۔"

"خوب خوب ۔۔۔ بہت زندہ دل ہو تم ۔" الطاف شاہد نے تعریف کی ۔

"شکریہ ۔۔۔ میں کس قابل ہوں ۔" فاروق نے شرما کر کہا ۔

"اچھا بھئی بسم اللہ کرو ۔"

سب نے کھانا شروع کیا ۔ کھانے کے بعد انڈوں کے حلوے کی باری آئی ۔ حلوہ واقعی بہت لذیذ تھا ۔ فاروق نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی پلیٹ کا سارا حلوہ صاف کر دیا اور لگا چمچہ چاٹنے ۔۔۔ وہ کچھ اس جوش و خروش سے اس کام میں مصروف ہوا کہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے ۔

"ارے بھئی ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو ۔۔۔"

"جی ۔۔۔ حلوہ چونکہ چمچے سے کھایا ہے، اس لیے چمچہ چاٹ رہا ہوں ۔" اس کی بات پر ایک زوردار قہقہہ پڑا ۔۔۔ لیکن ان سب میں ایک ایسا بھی تھا جس کے

چہرے پر ذرا سی بھی مسکراہٹ نہیں آئی تھی ۔ یہ جاوید تھا ۔۔۔ قہقہے کا سلسلہ بند ہوتے ہی بولا ۔

"زبردستی دوسروں کو ہنسانے کی کوشش کرنا، کوئی اچھی عادت تو نہیں ۔"

"جاوید ۔۔۔ تم پھر بد اخلاقی کا مظاہرہ کر رہے ہو ۔"

"جی ۔۔۔ بد اخلاقی کا ۔۔۔ نہیں تو ۔"

اتنی دیر میں سب لوگ اپنے اپنے حصے کا حلوہ کھا چکے تھے ۔

"انکل ۔۔۔ کیا آپ چاہتے ہیں ہم چور کو پکڑ لیں ۔" محمود نے کہا ۔

"ہاں بالکل ۔۔۔ کیوں تم نے یہ کیوں پوچھا ۔"

"آپ سے اجازت لینا چاہتا تھا ۔"

"وہ تو تمہیں پہلے ہی مل چکی ہے ۔"

"تو برائے مہربانی آپ سب حضرات کاغذ پر ایک جملہ لکھ دیں ۔۔۔ یہ لیجیے کاغذ میں دیتا ہوں ۔"

محمود نے اپنی جیب میں سے آٹھ کاغذ نکالے ۔۔۔ اور سب کو ایک ایک کاغذ دیتے ہوئے پوچھا ۔

"کیا آپ کے تینوں ملازم لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ۔"

"ہاں !" الطاف شاہد اور دوسرے لوگ حیران تھے ۔۔۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ نو عمر لڑکا کیا کر رہا ہے ۔

"تو رشید اور انور کو بھی یہیں بلا لیجیے ۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو ۔"

"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔ پہلے آپ دونوں ملازموں کو بلالیں ۔"

الطاف شاہد نے کریم کو اشارہ کیا۔ کریم گیا۔ اور رشید اور انور کو بلا لایا ۔۔۔ اتنی دیر میں وہ ایک ایک کاغذ ان پانچوں کو دے چکا تھا ۔۔۔ پھر اس نے ایک ایک کاغذ تینوں ملازموں کو بھی دیا۔

"اب آپ حضرات ۔ کاغذ کے ان پرزوں پر صرف یہ جملہ لکھ دیں ۔۔۔ تم قیامت تک چور کا پتا نہیں لگا سکتے .... اور جملے کے نیچے اپنا اپنا نام لکھ دیں ۔"

ان سب نے محمود کو حیرت سے دیکھا ۔ محمود ، فاروق اور فرزانہ بغور ان سب کا جائزہ لے رہے تھے ۔۔۔ تینوں نے جاوید کو اپنی طرف گھورتے ہوئے پایا۔

اتفاق کی بات کہ سب کے پاس اپنے اپنے قلم نہیں تھے ۔ البتہ جاوید اور الطاف شاہد کے پاس قلم موجود تھے

"آخر ہم یہ جملہ کیوں لکھیں ۔۔۔ ہمیں وجہ بھی تو بتائی جائے ۔" جاوید نے پوچھا ۔۔۔ ثریا نے بھی اس کی تائید میں سر ہلایا ۔

"کیا آپ یہ معلوم کرنا نہیں چاہتے کہ چور کون ہے ۔"

"ہاں ۔۔۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔"

"تو ہم تینوں یہی معلوم کرنے یہاں آئے ہیں ۔۔۔ میں آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں ، چور آپ لوگوں میں سے ہی کوئی ہے ۔"

"کیا !" سوائے الطاف شاہد کے ان سب کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں ! چور اس وقت بھی اسی کمرے میں موجود ہے ۔" فاروق نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"نہیں ۔۔۔ نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا ۔" ثریا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا ۔ آپ سب حضرات جملہ کاغذ کے پرزوں پر لکھ دیں۔"

سب نے حیرت اور پریشانی کے عالم میں جملہ لکھا ، نیچے اپنے اپنے نام لکھے اور پرزے محمود کے حوالے کر دیے۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی ۔" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"جی ۔۔۔ وہ کیا ۔"

"تم نے یہ جملہ مجھ سے اور بیگم سے بھی لکھوایا ہے ۔۔۔ کیا ہم دونوں پر بھی شک کر رہے ہو ۔"

"جی نہیں یہ بات نہیں ۔۔۔ بلکہ تفتیش کے دوران جو عمل بھی دہرایا جاتا ہے ، اس میں سب کو شامل کیا جاتا ہے ، یہ بھی ایک اہم اصول ہے ۔"

"بہت خوب ۔۔۔ تمہیں تو جاسوسی کے اصول بھی معلوم ہیں ۔"

"جی تھوڑے بہت ۔۔۔ ابا جان ہمیں بتاتے رہتے ہیں ۔"

"اچھا اب یہ بھی بتا دو ۔۔۔ کہ تم نے یہ جملہ ہم سب سے کیوں لکھوایا ہے ۔"

"اس لیے ۔۔۔" محمود نے کمرے کے فرش سے ملنے والا پرزہ ان سب کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"چور نے دعویٰ کیا ہے کہ ہم اسے نہیں پکڑ سکتے ۔"

"اوہ ۔۔۔ مگر ۔۔۔ پھر تم نے ہم سے یہ جملہ کیوں لکھوایا ہے ۔" منصور نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس لیے کہ ۔۔۔ اب ہم اس جملے کو آپ سب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے جملوں

سے ملائیں گے — ہر شخص کی تحریر دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، اور اس طرح جس کے نام کا پرزہ اس پرزے سے مل گیا، وہی چور ہے۔"

"حد ہے — اتنی شان دار ترکیب — بھئی میں تو قائل ہو گیا — مان گیا تمہیں۔" الطاف شاہد نے تعریف کی۔

"اب آج کا کام ختم —" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہمارے سامنے ان تحریروں کو نہیں ملاؤ گے؟"

"جی نہیں — یہ کام ہم تینوں اپنے کمرے میں کریں گے۔"

اس کے بعد وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے آئے — اس رات گھر کا ہر فرد بے چین رہا — ہر کوئی سوچ رہا تھا — چور کون ہے — گھر کے چھ سات آدمیوں میں سے ایک چور ہے — آخر وہ کون ہے — ہر شخص کے ذہن میں رات گئے تک یہ سوال گونجتا رہا — سوائے ایک شخص کے — ظاہر ہے کہ چور کو تو معلوم ہی تھا کہ چوری اس نے کی ہے۔

دوسرا پرزہ

"دونوں دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لو — کہیں چور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔" محمود نے کمرے میں پہنچتے ہی کہا۔

"ہاں — یہ بھی ٹھیک ہے۔" فاروق نے کہا۔ اور تینوں دروازے بند کرنے لگے۔

پھر وہ میز کے گرد آ کر بیٹھ گئے۔ محمود نے جیب سے کاغذ کے پرزے نکالے۔

"تمہارے ذہن میں ترکیب واقعی بہت زوردار آئی ہے۔" فرزانہ نے تعریف کی۔

"شکریہ! سب سے پہلے اس جملے کو غور سے دیکھ لو — جملے کے ہر لفظ کی بناوٹ پر غور کر لو —"

"ٹھیک ہے — ہم نے اسے خوب غور سے دیکھ لیا ہے۔"

"اور سب سے اوپر آنٹی صفیہ بیگم کا پرزہ ہے — پہلے اسے ہی اس کے ساتھ رکھ کر دیکھتے ہیں۔"

اس نے چور کا پرزہ صفیہ بیگم کے پرزے کے ساتھ رکھ دیا — ایسا کرتے ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ چور صفیہ بیگم نہیں تھیں — کیونکہ ان کی تحریر بالکل مختلف تھی۔

"خیر آنٹی تو چور ہو بھی نہیں سکتیں ___ ان کا ہار بھی چوری ہوا ہے ___ اور ظاہر ہے کہ اپنا ہار خود چوری کرنے کی انہیں کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں ___ یہ ٹھیک ہے ___ آنٹی چور نہیں ہیں ___ اس بات میں کوئی شک نہیں۔"

"تو اس پرزے کو الگ کیے دیتے ہیں۔"

"اور اب اوپر کس کا پرزہ ہے.... انور کا...... وہی جو ہمیں یہاں تک چھوڑنے آیا تھا ___ بھئی وہ بھی چور نہیں ہو سکتا۔" فاروق نے تحریر ملائے بغیر ہی فیصلہ دے ڈالا۔

"فیصلہ دینے میں اتنی جلدی نہ کرو۔"

"اچھا تو ملاؤ ___ دونوں تحریریں۔"

دونوں تحریریں ملائی گئیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیے۔

"یہ دونوں بھی بالکل مختلف ہیں۔"

"ٹھیک ہے ___ اسے بھی الگ کر دو۔ اب رشید کا پرزہ ہے۔ یہ مجھے خطرناک دکھائی دیتا ہے۔" فاروق بولا۔

"پھر تم نے بغیر تحریر ملائے شک کا اظہار کیا۔" فرزانہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ سوری۔"

رشید کی تحریر بھی مختلف ثابت ہوئی۔

"اور کریم کا تو ذکر ہی چھوڑ دو ___ وہ تو بہت ہی نیک آدمی دکھائی دیتا ہے۔" فاروق سے پھر نہ رہا گیا۔

"عادت سے مجبور ہو تم بھی ___" محمود نے کہا اور کریم کی تحریر ملانے لگا ___ پھر اسے بھی الگ رکھ دیا گیا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔"

"اب رہ گئے تینوں بھتیجے اور انکل خود۔"

"تم نے انکل سے تو جملہ یونہی لکھوایا ___ بھلا وہ چور کیسے ہو سکتے ہیں ___ وہ تو گھر کے مالک ہیں۔"

"ہاں ___ اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی ___ مگر ابا جان کے بتائے ہوئے اصول کا کیا کیا جائے۔"

"ہوں۔ یہ بھی ٹھیک ہے ___ اچھا خیر ___ اگلا پرزہ کس کا ہے۔"

"انکل کا ہی ہے۔"

"چلو اسے بھی الگ رکھو ___ ان دونوں میں تو زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"اب آتا ہے منصور کا نمبر ___ یہ بہت بھلا مانس دکھائی دیتا ہے۔" فاروق نے پھر کہا۔

منصور کی تحریر بھی چور کی تحریر سے نہ ملی ___ اس کے بعد ثریا کی تحریر کو ملایا گیا لیکن فوراً ہی اسے بھی الگ رکھ دیا گیا۔

"ارے! تو کیا جاوید چور ہے۔" فاروق نے چونک کر کہا۔ کیونکہ اب صرف اسی کا پرزہ رہ گیا تھا۔

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے ۔۔۔" محمود نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"اب تم دونوں نے قبل از وقت فیصلہ کر ڈالا ۔۔۔ پہلے تحریر تو ملا لو۔" فرزانہ بولی۔

"تحریر ملانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے ۔۔۔ گھر کے آٹھ آدمیوں میں سے سات آدمیوں کی تحریریں اس تحریر سے بالکل مختلف پائی گئی ہیں ۔۔۔ اب رہ جاتا ہے آٹھواں آدمی ۔۔۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ چور ان آٹھوں میں سے ہی کوئی ہے ۔۔۔ پھر اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ جاوید ہی چور ہے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔ لیکن تحریر تو ملا کر دیکھو ۔۔۔ ثبوت بھی تو مکمل کر لو۔"

دونوں پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھ دیا گیا اور پھر وہ تینوں اس طرح اچھلے جیسے انہیں ایک ساتھ بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

دونوں تحریریں بالکل مختلف تھیں۔

۸

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"عجیب بات ہے۔" فاروق نے کہا۔

"تو پھر ۔۔۔ کیا چور کوئی باہر کا آدمی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہرگز نہیں چور باہر کا آدمی کیسے ہو سکتا ہے ۔۔۔ اگر وہ کوئی باہر کا آدمی ہوتا تو یہ پرزہ ہمارے کمرے تک کیسے پہنچا سکتا تھا۔"

"تو پھر ۔۔۔ ان آٹھوں تحریروں میں سے اس تحریر سے کوئی ملی کیوں نہیں۔"

"یہی سب سے عجیب بات ہے۔ مجھے اس کی قطعاً امید نہیں تھی۔" محمود نے کہا۔

"میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے۔" فرزانہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے ۔۔۔ کہ تمہاری سمجھ نے بھی کام تو شروع کیا ۔۔۔ ہاں تو کیا بات ہے اس میں۔" فاروق نے کہا۔

"جب آٹھوں آدمیوں سے جملہ لکھوایا گیا تو چور اس کا مطلب سمجھ گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ اتنا بے وقوف نہیں ہے۔ سمجھ گیا کہ جملہ لکھوانے سے ہمارا کیا مقصد ہے۔"

"ہوں ۔۔۔ بات تو ٹھیک ہے۔" فاروق نے تائید کی۔

"اور پھر اس نے تحریر بگاڑ کر جملہ لکھ دیا ۔۔۔ جو اس پرزے سے مختلف دکھائی دے۔"

"ہاں ۔۔۔ یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہے ۔۔۔ لیکن جانتے ہو ۔۔۔ کوئی آدمی اپنی تحریر کو کتنا ہی بگاڑ کر لکھے پھر بھی اس کی اصل لکھائی کی جھلک اس میں نظر آ سکتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ لیکن اس جھلک کو صرف ماہرین ہی معلوم کر سکتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اور ہم ماہرین نہیں ہیں۔" محمود نے کہا۔

"پھر ۔۔۔ کیا کیا جائے۔" فرزانہ نے کہا۔

"یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہماری یہ ترکیب بے کار گئی۔" محمود بولا۔

"ہاں!" فاروق نے کہا۔

"اب اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم ان آٹھوں کی اصلی تحریر حاصل کریں — ان کی پہلے کی لکھی ہوئی عبارتیں — جو کسی کاپی یا نوٹ بک یا ڈائری میں ہمیں مل سکتی ہیں۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"ویری گڈ — تب تو یہ کاغذ کا پرزہ ابھی سنبھال کر رکھنا چاہیے۔" محمود بولا۔

"نہ صرف یہ — بلکہ دوسرے پرزے بھی۔" فاروق نے پوچھا۔

"کیوں — ان کی اب کیا ضرورت۔"

"چور کے خلاف ایک ثبوت ثابت ہوگا کہ اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے تحریر بگاڑ کر جملہ لکھا۔" محمود نے بتایا۔

"ویری گڈ! میرا خیال ہے کہ ......" فرزانہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"یہ تمہارا خیال اٹک کیوں گیا۔" فاروق نے پوچھا — مگر فرزانہ نے کوئی جواب نہ دیا — اس کی نظریں دروازے کے نزدیک فرش پر جمی تھیں۔ فاروق اور محمود بھی اس جگہ دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔

فرش پر کاغذ کا ایک اور پرزہ موجود تھا۔ تینوں دبے پاؤں دروازے تک گئے اور محمود نے پرزہ اٹھا لیا — فاروق کا ہاتھ چٹخنی کی طرف بڑھا۔ شاید وہ دروازہ کھول کر دیکھنا چاہتا تھا کہ باہر کوئی موجود ہے یا نہیں، مگر محمود نے اسے اشارے سے منع کر دیا۔ تینوں کی نظریں پرزے پر لکھے مختصر سے

جملے پر گڑ گئیں۔ لکھا تھا:

"بس — لگا لیا چور کا پتا — ساری جاسوسی دھری رہ جائے گی یہاں۔"

٭

صبح ناشتے کی میز پر سب موجود تھے — وہ بے چین نظروں سے محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ چور کون ہے — آخر الطاف شاہد نے پوچھا۔

"کیوں بیٹو! رات تو آرام سے گزری۔"

"جی ہاں انکل — خوب گہری نیند سوئے۔" محمود نے جواب دیا۔

"کیا تم نے چور کا پتا لگا لیا۔"

"نہیں افسوس ہے انکل! — چور ہم سے زیادہ چالاک ثابت ہوا۔" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟" کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

"اس نے جملہ اپنی اصلی تحریر میں نہیں لکھا۔"

"یعنی اس نے خط بگاڑ کر لکھا ہے۔" الطاف شاہد نے مطلب نکالا۔

"جی ہاں — اور اس طرح اس نے ہمیں ایک بار پھر اندھیرے میں چھوڑ دیا ہے۔"

"اوہ — اب تم کیا کرو گے۔"

"ابھی ہمارے پاس کئی راستے ہیں — آپ فکر نہ کریں۔" محمود نے کہا۔

"اگر کسی سلسلے میں میری مدد کی ضرورت ہو تو بلاتکلف کہہ دینا۔"

"جی شکریہ — کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس گھر میں پیسوں کی ضرورت سب سے زیادہ کسے رہتی ہے۔"

"تمہاری چچی کو۔" الطاف شاہد مسکرائے۔ "یہ ہر ماہ مجھ سے ایک ہزار کے لگ بھگ وصول کرتی ہیں۔"

"گھر کے اخراجات کے لیے — یہ بھی تو بتائیے۔" صفیہ بیگم نے جل کر کہا۔

"اور انہیں کتنا جیب خرچ ملتا ہے۔" محمود نے منصور وغیرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"دو دو سو روپے — ملازموں کی تنخواہ بھی دو دو سو روپے ہے۔"

"مسٹر منصور! آپ ان دو سو روپوں کو کیسے خرچ کرتے ہیں۔" فاروق نے اچانک سوال کیا۔

"بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔" منصور نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"لیکن بہت ضروری ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"کھانے پینے، فلمیں دیکھنے اور کتابیں خریدنے میں۔"

"تو آپ کو کتابیں خریدنے کا بھی شوق ہے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"جی ہاں!"

"کس قسم کی کتابیں خریدتے ہیں آپ۔"

"میں صرف جاسوسی کتابیں پڑھتا ہوں۔"

"اوہ — اور مسٹر جاوید آپ دو سو روپے کیسے خرچ کرتے ہیں۔"

"میں تمہارے بے ہودہ سوال کا جواب کیوں دوں — کیا تم کوئی پولیس افسر ہو۔"

"انکل کی طرف سے تحقیق کی خاطر بلایا جانے والا ایک لڑکا!" محمود نے انکساری سے کہا۔

"انکل نے تمہیں نہیں — تمہارے والد کو بلایا تھا۔" جاوید نے تند لہجے میں کہا۔

"اور انھوں نے ہمیں بھیج دیا — لہذا آپ کو سوالوں کے جواب دینے ہوں گے — ورنہ چوری کا شبہ آپ پر کیا جائے گا — کیوں انکل — آپ کا کیا خیال ہے۔"

"بالکل ٹھیک — جاوید تمہیں ہر اس سوال کا جواب دینا ہوگا — جو تم سے پوچھا جائے۔" الطاف شاہد نے کہا۔

"لیکن میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ یہ ننھے منے بچے مجھ سے سوالات کریں۔"

"برداشت نہ کرو — لیکن جواب ضرور دو۔" الطاف شاہد نے لاپروائی سے کہا — انہیں اس کارروائی میں بہت لطف آ رہا تھا۔

"مجھے ریس کھیلنے کا شوق ہے۔" آخر جاوید کو بتانا ہی پڑا کیونکہ وہ خود نہ بتاتا تو کوئی دوسرا انہیں بتا دیتا۔

"کیا!" الطاف شاہد حیران رہ گئے — یہ بات انہیں معلوم نہیں تھی۔

"بہت خوب تو آپ ریس کھیلتے ہیں۔"

"اسی لیے تو تم ہر ہفتے شہر جاتے ہو۔" الطاف شاہد نے اسے گھورا۔

"جی ہاں ـــــ اور میری یہ عادت یہاں آنے سے بہت پہلے کی ہے۔" جاوید نے لاپروائی سے کہا۔

"اور مس ثریا ـ آپ بھی بتا دیں۔"

"مجھے نئے نئے کپڑے خریدنے کا شوق ہے ـــــ اور میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ہی دو سو روپے کے کپڑے خرید لاتی ہوں۔" ثریا نے بتایا۔

"اب آنٹی ـــــ آپ بھی بتا دیں ـــــ ایک ہزار روپے کی رقم آپ کہاں کہاں خرچ کرتی ہیں۔"

"یہ تمام کے تمام گھریلو سامان پر خرچ ہوتے ہیں ـــــ میں اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں خرچ کرتی۔"

"آپ کو علیحدہ جیب خرچ ملتا ہے۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"بس ـــــ تمہارے چچا نہیں دیتے ـــــ کہتے ہیں انہی میں سب کام چلاؤ۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعی اس گھر میں روپے کی سب سے زیادہ ضرورت آپ کو رہتی ہے۔"

"ہاں!" صفیہ بیگم کو مجبوراً اقرار کرنا پڑا۔

"بہت خوب ـــــ انکل ذرا الگ چل کر میری ایک بات سن لیں۔" محمود نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"چلو بیٹا۔"

دونوں کمرے کے ایک کونے میں چلے گئے۔ محمود ان کے کان میں کچھ کہنے لگا سب کی نظریں ان دونوں پر جمی تھیں۔ آخر وہ دونوں واپس اپنی جگہوں پر آ کر بیٹھ گئے۔

"بس انکل ـــــ ہمیں اور کچھ نہیں پوچھنا ہے۔ اب ہم اپنے کمرے میں جائیں گے تاکہ کچھ غور و خوض کر سکیں۔"

"بہت اچھا۔"

تینوں اُٹھ کر کمرے سے باہر آئے ـــــ فاروق اور فرزانہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ محمود نے کہا ـــــ

"نہیں ـــــ ہم اپنے کمرے میں نہیں جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟ ابھی تو تم نے کہا تھا....."

"ہاں ـــــ سب کو سنانے کے لیے ..... اب ہم باری باری ان سب کے کمروں کی تلاشی لیں گے۔"

۱۱

ان کے سامنے ثریا کا کمرہ تھا۔ سب سے پہلے وہ اسی کمرے میں گھُسے۔

"لیکن یہ تو سوچو ـــــ اگر کوئی اُدھر آگیا تو ـــــ؟" فاروق نے اس کے اس اقدام کو ناپسند کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں آئے گا۔" محمود نے پریقین لہجے میں کہا۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" فاروق نے پوچھا۔

"انکل انہیں ڈرائنگ روم میں روکے رہیں گے۔" محمود کی بجائے فرزانہ

نے جواب دیا۔

"کیا مطلب! تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔" محمود نے چونک کر پوچھا۔

"اس لیے ۔۔ کہ تم نے انکل کو الگ لے جا کر یہی کہا تھا ۔۔ کہ ہم تمام لوگوں کے کمروں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں اور آپ ان سب کو یہیں روکے رہیں۔"

"کمال ہے ۔۔ تم لڑکی ہو یا چڑیل۔" محمود نے حیرت سے کہا۔

"لڑکی!" فرزانہ مسکرائی۔

"اچھا، اب وقت ضائع نہ کرو ۔۔ جلد از جلد تلاشی مکمل کر لینی چاہیے ۔۔ میں نے انکل کو صرف آدھ گھنٹے تک روکنے کے لیے کہا ہے۔"

"اچھا۔"

انہوں نے جلدی جلدی ثریا کے کمرے کی تلاشی لی۔ میز کی دراز سے انہیں آخر ایک نوٹ بک مل ہی گئی ۔۔ محمود نے جلدی سے اپنی جیب سے چور کے ہاتھ کا لکھا ہوا پرزہ نکالا اور انہیں آپس میں ملایا ۔۔ پھر تینوں نے نفی میں سر ہلائے اور باہر نکل آئے ۔۔ ساتھ والا کمرہ منصور کا تھا ۔۔ منصور کے کمرے میں انہیں اس کی ڈائری ملی ۔۔ لیکن ڈائری کی تحریر بھی پرزے کی تحریر سے بالکل مختلف تھی۔ تیسرا کمرہ جاوید کا تھا۔

"مجھے تو اس آدمی پر شک ہے ۔۔ ہمیں کس بری طرح گھورتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہوں ۔۔ آدمی واقعی مشکوک ہے۔"

جاوید کے کمرے سے بھی انہیں ایک ڈائری ملی ۔۔ لیکن ناکامی نے ان کا

منہ چڑایا ۔۔ تحریر بالکل مختلف تھی ۔۔

"تعجب ہے ۔۔ آخر یہ پرزہ کس نے لکھا ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"چور نے!" فاروق جھٹ سے بولا ۔۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"بھئی واہ ۔۔ بہت عقل مند ہو رہے ہو آج کل۔" فرزانہ بول پڑی۔

"تم سے کم ہی۔" فاروق نے جل کر کہا ۔۔ کیونکہ اس کے ہر جملے پر فرزانہ ضرور چوٹ کرتی تھی۔

اب وہ صفیہ بیگم کے کمرے کا رخ کر رہے تھے ۔۔ یہاں بھی انہیں مایوسی ہوئی۔

"اب رہ گیا ہے انکل الطاف شاہد کا کمرہ اور نوکروں کے کوارٹر۔" محمود بڑبڑایا۔

"کیا خیال ہے ۔۔ پہلے کیا دیکھیں۔" فاروق نے پوچھا۔

"انکل کو تو معلوم ہی ہے کہ ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں ۔۔ اس لیے پہلے نوکروں کے کوارٹر دیکھنے چاہییں۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں ۔۔ یہ ٹھیک ہے ۔۔ اب ہمارے پاس صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔"

"تو آؤ ۔۔ جلدی کرو ۔۔"

تینوں نوکروں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں بھی انہیں مل گئیں ۔۔ تینوں بہت کم پڑھے لکھے تھے اور ان کی لکھائی بچکانہ سی تھی۔ اس لیے وہ ان کی طرف سے تو بالکل ہی مایوس ہو گئے۔

"میرا خیال ہے ۔۔ ہمیں آٹھوں آدمیوں کی فہرست میں سے ان تینوں کو نکال دینا چاہیے۔" محمود نے اکتا کر کہا۔

"نہیں ___" فرزانہ نے اٹل لہجے میں کہا۔

"کیوں ___؟" محمود اور فاروق نے ایک ساتھ پوچھا۔

"اس لیے کہ ہو سکتا ہے کسی ملازم نے چور کی مدد کی ہو۔"

"ہاں ___ یہ بھی ٹھیک ہے۔ کم از کم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ چوری کسی ملازم نے نہیں کی.... البتہ ہو سکتا ہے کہ وہ چور کے ساتھ مل گیا ہو۔"

"ہوں ___ اب صرف ایک کمرہ باقی رہ گیا ہے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن آدھ گھنٹہ پورا ہو چکا ہے۔" فاروق بولا۔

"تو کیا ہوا ___ انہیں تو معلوم ہی ہے کہ ہم تلاشی لے رہے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن انہیں یہ تو معلوم نہیں ہو گا کہ ہم ان کے کمرے کی بھی تلاشی لیں گے۔ اور پھر میں نہیں سمجھتا کہ انکل کے کمرے کی تلاشی لینے کی بھی ضرورت ہے ___" فاروق نے کہا۔

"ہاں واقعی ___ بھلا ان کے کمرے کی تلاشی لینے کی کیا ضرورت ہے۔" فرزانہ نے بھی فاروق کا ساتھ دیا۔

"یہ ٹھیک ہے ___ میں بھی اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں سمجھتا ___ لیکن ابا جان کا اصول کیوں بھولتے ہو ___ ان کا کہنا ہے کہ کسی کو بھی شک سے باہر نہ سمجھو ___ تب ہی کامیاب ہو سکتے ہو ___" محمود نے کہا۔

"لیکن یہاں معاملہ دوسرا ہے۔" فاروق نے چیں بجبیں ہو کر کہا۔

"یہ ٹھیک ہے ___ لیکن یہ تو سوچو ___ ہو سکتا ہے چور نے یہاں کوئی

سراغ چھوڑ دیا ہو ___ ابھی ہم نے اس پہلو پر تو غور ہی نہیں کیا ___ آخر تجوری اسی کمرے میں ہے۔" محمود اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"ہاں ___ یہ ٹھیک ہے ___ اس صورت میں اگر انکل آ بھی گئے تو ہم یہی ظاہر کریں گے کہ کوئی سراغ تلاش کر رہے ہیں۔"

"گڈ ___ تو چلو۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

وہ الطاف شاہد کے کمرے میں داخل ہو گئے ___ اور کمرے کا بغور جائزہ لینے لگے۔ فاروق اور فرزانہ تجوری کا جائزہ لے رہے تھے جب کہ محمود الطاف شاہد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر ڈھونڈ رہا تھا ___ آخر انہیں شعروں کی ایک کاپی مل گئی ___ کاپی میں شعر خود الطاف شاہد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے ___ محمود نے پرزہ کاپی پر رکھ کر ملایا ___

"اب یہ بات ثابت ہو جاتی ہے...." اس نے جملہ درمیان میں ہی چھوڑ دیا۔

"کیا!" فاروق اور فرزانہ تیزی سے پلٹے۔

"کہ یہ پرزہ انکل نے نہیں لکھا۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"لاحول ولاقوۃ ___ یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے۔"

"لیکن ثابت اب ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب!"

"یہ ان کی اشعار کی کاپی ہے ___ اور یہ تحریر سے اتنی مختلف ہے کہ شک کرنے کی ایک فیصد بھی گنجائش نہیں۔"

"تو تمہیں کہہ کون رہا ہے ــــ کہ انکل الطاف پر شک کرو۔ بھلے آدمی آؤ ــ کوئی کام کرو ــ کام ــ ذرا اس تجوری کا جائزہ تو لو ــــ شاید کوئی سراغ مل ہی جائے۔" فاروق بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے ــــ مگر میرے ذہن میں بار بار ایک ہی سوال گونج رہا ہے۔" محمود نے کہا۔

"گونجنے دو ــــ تمہارے ذہن میں تو سوال گونجا ہی کرتے ہیں ــ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔" فاروق نے سر کو لاپروائی سے جھٹکا۔

"تم نے پوچھا نہیں ــــ وہ سوال کیا ہے۔"

"پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے ــــ تم خود ہی بتا دو گے۔"

"ہاں ــــ سوال یہ ہے کہ آخر یہ پرزہ کس نے لکھا ہے۔" محمود نے سوچ میں ڈوب کر کہا۔

"ہاں واقعی ــ سوال بہت اہم ہے ــ کیوں فرزانہ۔" فاروق بھی سنجیدہ ہو گیا ــــ

"بالکل اہم ہے ــــ اگر ان آٹھوں میں سے کسی نے لکھا ہے تو پھر اس کی تحریر سے ملا کیوں نہیں ــــ رات تو ہم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ چور نے تحریر بگاڑ کر لکھا ہے ــ لیکن اب تو ہم نے ان سب کی تحریر دیکھ لی ہے۔"

"ہاں ــــ اور اس سوال کا اب ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔" فاروق نے تیزی سے کہا۔ اس کے ذہن میں کوئی عجیب بات آئی تھی۔

"اور وہ کیا؟" محمود نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ ہم تینوں بالکل بے وقوف ہیں۔" فاروق نے سنجیدگی سے کہا۔ دونوں نے اسے پہلے تو گھورا پھر فرزانہ بولی:

"تمہیں یہ بات اب معلوم ہوئی ہے۔"

"ہاں!" فاروق نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

"اور مجھے تو یہ بات بہت پہلے سے معلوم ہے۔" فرزانہ بولی۔

"لیکن تم اس بات کو ثابت نہیں کر سکتیں۔" فاروق نے کہا۔

"کیا بات؟" محمود نے پوچھا۔

"یہی کہ ہم تینوں بالکل بے وقوف ہیں۔" فاروق بولا۔

"تو کیا تم اس بات کا ثبوت بھی دے سکتے ہو۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بالکل!"

"بہت خوب! پھر تو ہم ثابت شدہ بے وقوف کہلائیں گے ــــ خیر کہو، تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہم تینوں بے وقوف ہیں۔" محمود نے خیال کیا کہ شاید فاروق مذاق کے موڈ میں ہے۔

"ہم نے رات جب تحریریں ملانے کے بعد ناکامی کا منہ دیکھا تھا اسی وقت اس نتیجے پر پہنچ جانا چاہیے تھا۔" فاروق بولا۔

"کس نتیجے پر ــــ یہی کہ ہم بے وقوف ہیں۔"

"نہیں ــــ اگر ہم اسی وقت نتیجہ اخذ کر لیتے تو ہرگز بے وقوف ثابت

نہیں کیے جا سکتے تھے ــ لیکن اتنا وقت گزرنے کے بعد اور دوبارہ تحریریں ملانے کے بعد بھی اگر ہم وہ نتیجہ نہیں نکال سکے تو درحقیقت ہم بے وقوف ہیں۔"

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو ــــ"

"یہی کہ دراصل چور نے یہ دونوں پرزے اپنی اصلی تحریر میں نہیں لکھے۔" فاروق نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

دونوں اس کی یہ بات سُن کر دھک سے رہ گئے ــــ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس بات کی طرف ابھی تک ان کا دھیان نہیں گیا تھا ــ جب کہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی ــ آپس میں کوئی تحریر بھی نہ ملنے کی اس کے علاوہ کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ چور نے جو پرزے کمرے میں سرکائے تھے وہی اس نے اپنے اصل خط میں نہیں لکھے تھے ــــ اسے معلوم تھا کہ تحریر ملانے کی کوشش کی جائے گی۔"

"واقعی! ہم بے وقوف ہیں۔" محمود نے تسلیم کیا۔

"میں بھی یہ بات تسلیم کرتی ہوں ــــ"

اسی وقت انہیں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ چونک اُٹھے۔

تفتیش

کمرے کے دروازے پر الطاف شاہد نمودار ہوئے۔ وہ بھی انہیں دیکھ کر چونکے۔

"ارے! تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ کیا تمام کمروں کی تلاشی لے چکے ہو؟"

"جی ہاں ــ سب سے آخر میں آپ کے کمرے کی باری آئی تھی، اسی لیے ہم آپ کو یہاں نظر آ رہے ہیں۔"

"بہت خوب ــ کیا تمہیں مجھ پر شک ہے۔" الطاف شاہد نے ہنس کر کہا۔

"جی نہیں ــ تجوری چونکہ اسی کمرے میں ہے اس لیے ہم کسی سراغ کی تلاش میں تھے۔"

"بہت خوب ــ تو پھر ملا کوئی سراغ۔"

"جی ــ ابھی نہیں۔"

"اور کمروں کی تلاش کے سلسلے میں کیا رہا۔"

"ہمیں افسوس ہے انکل ــ چور کوئی معمولی ذہانت کا آدمی نہیں ہے وہ بہت ذہین ہے۔"

"اچھا ــ یہ کیسے اندازہ لگایا تم نے۔"

"اس نے جو پرزہ ہمیں لکھا تھا، وہ اس کی اصل تحریر میں نہیں تھا۔" محمود نے بتایا۔

"کیا مطلب؟" الطاف شاہد بری طرح چونکے۔

"اس نے تحریر بگاڑ کر پرزہ لکھا اور ہمارے کمرے میں ڈال دیا۔۔۔ اور ابھی نہیں۔۔۔ کھانے کے بعد ایک اور پرزہ بھی ہمیں لکھا ہے اس نے۔"

"ارے۔۔۔ دیکھوں تو سہی۔۔۔ اب اس نے کیا لکھا ہے۔" الطاف شاہد سخت حیران تھے۔

"یہ لیجیے۔" محمود نے دوسرا پرزہ بھی نکال کر انہیں دکھایا۔

"ان دونوں میں تو کوئی فرق نہیں۔"

"جی نہیں۔۔۔ دونوں بالکل ایک جیسی لکھائی میں لکھے گئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"تعجب ہے۔" الطاف شاہد بولے۔

"یہ بات کس قدر حیرت کی ہے کہ تحریر بگاڑ کر لکھنے میں چور کتنا ماہر ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب!" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"دونوں پرزوں میں سرمو فرق نہیں.... جب کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔" فاروق نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟.... میں سمجھا نہیں۔" الطاف شاہد نے حیران ہو کر کہا۔۔۔ محمود اور فرزانہ بھی اسے عجیب انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"آپ اپنی تحریر بگاڑ کر ایک جملہ لکھ کر دیکھیں۔۔۔ پھر ایک اور کاغذ پر تحریر بگاڑ کر لکھ کر دیکھیں۔۔۔ دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔۔۔ ان میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوگا۔۔۔ جب کہ ان دونوں پرزوں کی لکھائی میں بغور دیکھنے پر بھی کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔ اور یہ بہت عجیب بات ہے۔"

اس کی یہ بات سن کر تینوں نے نئے سرے سے دونوں پرزوں کا مقابلہ کیا۔۔۔ پھر فرزانہ نے سر اٹھایا اور بولی۔

"یہ ٹھیک ہے۔۔۔ کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔ لیکن تحریر بگاڑ کر لکھنے میں دونوں پرزوں میں فرق واقع ہونا کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تو یوں کرو۔۔۔ تم کاغذ کے دو پرزے لے لو۔۔۔ پہلے ایک پر کوئی جملہ تحریر بگاڑ کر لکھو۔۔۔ پھر دوسرے پر اسی انداز میں لکھو۔۔۔ جب ان دونوں کو ملاؤ گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ ہم تینوں ہی ایسا کر کے دیکھتے ہیں۔"

تینوں نے دو دو کاغذ لیے اور جملے لکھنے لگے۔۔۔ وہ وہی جملے لکھ رہے تھے جو چور نے انہیں لکھے تھے۔۔۔ الطاف شاہد ایک کرسی پر بیٹھے انہیں دلچسپی اور حیرت سے دیکھنے لگے۔۔۔ اس تجربے میں انہوں نے حصہ نہیں لیا تھا۔ ان کے جملے لکھنے کے بعد وہ بھی میز پر جھک آئے۔۔۔ وہ اب اپنے اپنے پرزے آپس میں ملا کر دیکھ رہے تھے۔

"واقعی۔۔۔ ان میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور رہ گیا ہے۔۔۔" فرزانہ بولی۔

"فاروق کا خیال ٹھیک ہے۔" محمود نے بھی تسلیم کیا۔

"پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ چور کی دونوں تحریروں میں کوئی فرق نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"تو پھر — اس کا تو صرف ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اور وہ کیا —"

"یہی کہ چور نے دونوں پرزوں پہ اپنی اصلی تحریر میں لکھا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر ان تمام لوگوں کی تحریروں میں سے کسی کی تحریر کے ساتھ ان پرزوں کو مل جانا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا — آخر کیوں۔" فاروق نے بے چینی سے کہا۔

"یہ بہت الجھا ہوا سوال ہے —" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"میری عقل بھی چکرا رہی ہے۔" فرزانہ نے سر پکڑ کر کہا۔

"ہمیں آج تک اس قدر چکرا دینے والے معاملے سے واسطہ نہیں پڑا۔ یہ بات تسلیم کرنی ہی پڑے گی۔" محمود بولا۔

"کہیں تم ہمت تو نہیں ہار رہے ہو۔" الطاف شاہد نے پریشان ہو کر کہا۔

"نہیں — ایسا تو نہیں — ابھی ہم نے ہمت نہیں ہاری۔"

"پھر بھی — کیا یہ مناسب نہیں رہے گا کہ تمہارے والد کو بلوا لیا جائے گا۔"

"وہ شہر میں مصروف ہیں — اور پھر اس طرح ہم ان کے سامنے نظریں

نہیں اٹھا سکیں گے — مہربانی فرما کر ابھی ایک آدھ دن اور ٹھہر جائیں۔"

"جیسے تمہاری مرضی — لیکن جہاں تک میرا خیال ہے ..... تم چور کا پتا نہیں لگا سکو گے۔"

"اب تو میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ کہیں چور کوئی باہر کا آدمی تو نہیں ہے۔" محمود نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"کیوں — ہو کیوں نہیں سکتا۔"

"اگر چور باہر کا آدمی ہے تو وہ اتنی آسانی سے دونوں پرزے ہمارے کمرے میں سرکانے میں کیسے کامیاب ہو گیا — کیا وہ لوگوں کو نظر نہیں آتا۔" فاروق نے دلیل دی۔

"ہاں — اس نے سلیمانی ٹوپی اوڑھ رکھی ہو گی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔" محمود نے اسے ڈانٹا۔ وہ بہت سنجیدہ تھا۔ ناکامیوں نے اسے فکر مند کر دیا تھا۔

"جب مذاق کا وقت ہو جائے، مجھے بتا دینا — میں مذاق اس وقت شروع کر دوں گی۔" وہ پھر مسکرائی — جب کوئی مسئلہ اٹک جاتا تھا تو وہ اسی طرح مذاق پہ اتر آتی تھی۔

"خاموش رہو۔" محمود کو غصہ آ گیا۔

"جی بہت اچھا —" فرزانہ نے سعادت مندی سے کہا۔

"نہیں — چور باہر کا آدمی نہیں ہے — چور اسی گھر کا فرد ہے —

وہ اسی گھر میں موجود ہے۔" فاروق نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

دونوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا — پھر تینوں سوچ میں ڈوب گئے — اور الطاف شاہد بیٹھے انہیں دلچسپی اور حیرت سے دیکھتے رہے۔

شام کی چائے کے بعد محمود، فاروق اور فرزانہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"انکل — ہم ذرا گاؤں کو گھوم پھر کر دیکھنا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"ضرور — ضرور — کیا کسی ملازم کو ساتھ بھیج دوں۔" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"جی نہیں — اس کی ضرورت نہیں۔"

تینوں گھر سے نکل کر ایک کچی سڑک پر ہو لیے۔

"کہاں کا ارادہ ہے۔" فاروق نے پوچھا۔

"گاؤں کو گھوم پھر کر دیکھیں گے بھئی اور کیا ارادہ ہوتا۔"

"مجھے تو یہ کیس حل ہوتا نظر آتا نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں — بہت اُلجھا ہوا مسئلہ ہے — چور نے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا۔" محمود نے کہا۔

"ایک چھوڑا تو ہے —"

"کونسا؟" فاروق نے پوچھا۔

"وہی موم کے ذرات والا۔"

"لیکن اس سے تو صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ چابی کی نقل تیار کرائی گئی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں — چور کی ذات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔" محمود بولا۔

"پھر کیا کیا جائے — اس کی ذات پر روشنی ڈالنے کے لیے کوئی ٹارچ نہ خرید لیں۔" فاروق نے کہا۔

"میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہاں آ کر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ پہلے تو کبھی بھی اتنے سنجیدہ نہیں ہوئے تھے۔"

"ناکامیاں ہی ناکامیاں پلے پڑ رہی ہیں — اس لیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں — یہ پہلا موقع ہے کہ کامیابی ہم سے دُور بھاگ رہی ہے۔" محمود نے کہا۔

"شاید اس لیے کہ ابا جان موجود نہیں ہیں — ورنہ وہ ہمیں کوئی راستہ دکھا دیتے۔" فاروق بولا۔

"شاید وہ بھی اس مسئلے کو حل نہ کر سکتے۔" محمود بولا۔

"ایسا نہ کہو — جہاں تک میرا خیال ہے، وہ اس مسئلے کو چٹکیوں میں حل کر دیتے۔"

"اب تو میری دعا ہے، ابا جان آ ہی جائیں۔"

"کیا تم بالکل مایوس ہو گئے ہو۔"

"ہاں —" محمود نے مُردہ دلی سے کہا۔

"لیکن مایوسی گناہ ہے ۔۔" فاروق نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ہر طرف ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے تھے ۔۔ ہلکی سردیوں کی رخصت ہوتی ہوئی دھوپ خوش گوار لگ رہی تھی۔ ہوا میں خنکی آچلی تھی۔ اچانک کچی سڑک پر دوسری طرف سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا ۔۔ قریب آنے پر محمود نے اس سے پوچھا۔

"کیا اس گاؤں میں کوئی تالا مرمت کرنے والا بھی ہے۔"

"جی ہاں ۔۔ ایک ہے تو۔"

"کہاں بیٹھتا ہے وہ۔" محمود نے پوچھا۔

"یہاں سے آگے جا کر یہ سڑک دائیں ہاتھ مڑے گی اس سڑک کے آخر میں ایک چھوٹا سا بازار ہے، اسی بازار میں وہ بیٹھتا ہے۔" دیہاتی نے بتایا۔

"بہت بہت شکریہ!"

دیہاتی آگے بڑھ گیا تو فاروق نے پوچھا۔

"کیوں ۔۔ تم نے قفل ساز کے بارے میں کیوں پوچھا۔"

"بس یونہی ۔۔ ابھی ابھی ایک خیال آیا ہے ۔۔"

"کیا خیال آیا ہے ۔۔ ذرا ہم بھی تو سنیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"ذرا صبر کرو ۔۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

وہ چلتے رہے ۔۔ یہاں تک کہ تالے والے کی دکان پر پہنچ گئے۔ تالے والے نے انہیں امید بھری نظروں سے دیکھا ۔۔ نہ جانے کتنے دنوں سے بے کار بیٹھا تھا بے چارہ۔

"جی ۔۔ فرمائیے۔"

"دیکھو بھائی ۔۔ ہم کوئی تالا مرمت کرانے نہیں آئے۔" محمود نے کہا۔

"اوہ ۔۔ تو پھر؟" اس کی آواز میں مایوسی تھی۔ انہوں نے اس بات کو صاف محسوس کیا۔

"لیکن اگر تم ہمیں چند باتیں بتا دو تو ہم تمہیں پانچ روپے دے سکتے ہیں۔" محمود نے اس کی مدد کرنے کے خیال سے کہا۔

"جی ۔۔ جی فرمائیے ۔۔ میں ضرور بتاؤں گا۔"

"فرض کرو ۔۔ کسی تجوری کی چابی کی نقل تیار کرنی ہے ۔۔ تو اس کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب! کیا آپ کسی تجوری کی چابی کی نقل تیار کرانا چاہتے ہیں...." اس نے چونک کر کہا ۔۔ "معاف کیجیے گا... مجھے ایسے پانچ روپے نہیں چاہییں ۔۔ میں حلال روزی کھاتا ہوں حرام نہیں۔"

"تم غلط سمجھے ۔۔ خیر میں پوری بات بتاتا ہوں ۔۔ ہم تینوں ایک پولیس انسپکٹر کے بچے ہیں ۔۔ گاؤں میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی ہے ۔۔ ہمارے والد نے چور کا پتا لگانے کے لیے تجربے کے طور پر ہمیں بھیجا ہے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ ہم میں کتنی صلاحیت ہے ۔۔ ہمیں شک ہے کہ اس تجوری کی چابی بنوائی گئی ہے۔"

"چوری کس کے ہاں ہوئی ہے۔" تالے والے نے کچھ کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ بات بتانی تو نہیں چاہیے — لیکن تمہارا اطمینان کرنے کے لیے بتانا بھی ضروری ہے — اس لیے وعدہ کرو کہ تم اس کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے۔"

"ٹھیک ہے — میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

"تو ٹھیک ہے — چوری الطاف شاہد کے ہاں ہوئی ہے۔ کیا تم انہیں جانتے ہو۔"

"اوہ — انہیں کون نہیں جانتا — سارے گاؤں میں سب سے بڑے آدمی ہیں — تو ان کے ہاں چوری ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات سننے میں تو آئی نہیں — وہ بہت خدا ترس ہیں انہوں نے کئی بار میری مدد کی ہے۔"

"انہوں نے اس بات کو چھپا کر رکھا ہے — اسی لیے تو میں تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔"

"ہوں ٹھیک ہے — آپ کی بات کا جواب یہ ہے کہ ایک موم کے ٹکڑے پر چابی کے نقش اتارے جائیں گے — اور دوسرے ٹکڑے پر تجوری پر بنے چابی کے سوراخ کے نقش اتارے جائیں گے۔" تالے والے نے بتایا۔ "موم کو نرم بھی کرنا پڑتا ہے۔"

"کیا تجوری کے نشان اُتارنے کی بھی ضرورت ہے۔"

"ہاں — اس کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔"

"اگر ایسے دونوں نشان تمہیں لا دیے جائیں تو کیا تم چابی تیار کر کے دے سکتے ہو۔" محمود نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں — میں اتنا بڑا کاریگر نہیں ہوں — یہ کام تو شہر کے قفل ساز

ہی کر سکتے ہیں۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بہت خوب — تمہارے پاس کچھ دن پہلے کوئی اس غرض سے تو نہیں آیا — یعنی کوئی ایسا شخص جو چابی کی نقل تیار کرانا چاہتا ہو۔"

"جی نہیں —"

"اچھا یہ لو — اپنے پانچ روپے — شکریہ!"

وہاں سے واپسی پر محمود نے کہا۔

"کم از کم ایک بات نئی معلوم ہوئی ہے۔"

"یہی کہ تجوری میں جو چابی کا سوراخ بنا ہوا ہے، اس پر بھی موم کے ذرات ہوں گے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں — اور یہ بات ہم نے معلوم نہیں کی۔" فرزانہ بولی۔

"معلوم کیسے کرتے — جب کہ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ چابی بنانے کے لیے تجوری کے سوراخ کے نقش کی بھی ضرورت ہے۔" محمود بولا۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس جگہ موم کے ذرات ہوئے تو بھی کیا فائدہ ہوگا — اس طرح کونسا ہم چور تک پہنچ جائیں گے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! یہ بھی بالکل ٹھیک ہے — ہمارے لیے تو مسئلہ چور کا پتا لگانا ہے۔" فاروق بولا۔

"تم نہیں جانتے — میں ایک اور رُخ سے سوچ رہا ہوں۔" محمود نے کہا۔

"تم کتنے رُخ سے سوچ سکتے ہو۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اور جب تم اُس رُخ سے سوچو گے تو تمہیں بھی اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا کہ تجوری کے سوراخ پر موم کے ذرّات ملنے نہ ملنے سے کیا فرق پڑتا ہے — اور اس طرح چور تک پہنچنے میں کیا مدد مل سکتی ہے۔"

"تو بتاؤ نا — وہ رُخ کونسا ہے — اب ہمیں کیا معلوم کہ تم ایک ہی وقت میں کئی کئی رُخ سے سوچ سکتے ہو۔" فاروق نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔"

"کیوں؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ذہن پر زور دینا سیکھو۔"

"بہت اچھا جاسوس صاحب —" فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"میں تو بہت دیر سے ذہن پر زور دے رہا ہوں — لیکن کوئی بات پلے نہیں پڑتی۔"

"تمہارے مغز میں بھوسا جو بھرا ہوا ہے۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اچھا! مجھے نہیں معلوم تھا۔" فاروق نے کچھ اتنی معصومیت سے حیرت کا اظہار کیا کہ فرزانہ اور محمود کو ہنسی آ گئی۔

"آخر تم بتاتے کیوں نہیں — تمہارے ذہن میں کیا بات آئی ہے۔"

"نہیں بتاؤں گا — اگر بتا دیا تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔" محمود نے کہا۔

"یہ محاورے بھی عجیب ہوتے ہیں — بھلا مزے کا کرکرا ہونے سے کیا تعلق"

فاروق نے کہا۔

"لو — اب محاوروں پر جا کودے۔" محمود بولا۔

"تو کیا تم پر کود دوں —" فاروق ہنسا۔

"تنگ نہ کرو بھائی — مجھے سوچنے دو۔"

"فرزانہ!" فاروق نے کہا۔

"جی بھائی جان۔" فرزانہ شوخ لہجے میں بولی۔

"اسے تنگ نہ کرو — یہ سوچ رہے ہیں۔"

"جی اچھا۔" فرزانہ نے سعادت مندی سے کہا۔

اسی طرح لڑتے جھگڑتے وہ حویلی تک پہنچ گئے۔ محمود سیدھا الطاف شاہد کے کمرے کی طرف گیا۔ فاروق اور فرزانہ بھی اس کے پیچھے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا — لیکن الطاف شاہد موجود نہ تھے۔ محمود تجوری کے قریب گیا اور چابی والے سوراخ کو غور سے دیکھنے لگا

"ایسے تو کچھ نظر نہیں آتا — فاروق — تمہاری جیب میں عدسہ (درمیان میں سے ابھرا ہوا ایک گول شیشہ جس سے چیزیں بڑی نظر آتی ہیں) ہوگا۔"

"میری جیب میں تو نہ جانے کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے —"

"فی الحال تو صرف عدسہ ہی نکال دو۔"

"جی بہت بہتر۔" فاروق نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا اور جیب میں عدسہ تلاش کرنے لگا۔

"تم پر ہر وقت مذاق کا بھوت کیوں سوار رہتا ہے۔" محمود نے تنگ

آکر کہا۔

"مذاق کے بھوت سے معلوم کر کے بتاؤں گا۔" فاروق بولا — فرزانہ کی ہنسی نکل گئی۔

"لاؤ یار، جلدی کرو — ورنہ انکل آجائیں گے۔" محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"تو آنے دو — ہم کوئی چوری تھوڑا ہی کر رہے ہیں — ہم تو چور کا پتا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"لیکن آج تھوڑی دیر پہلے ہی ہم انکل کے سامنے کمرے کا جائزہ لے چکے ہیں — ہمیں دوبارہ دیکھ کر وہ کیا سوچیں گے؟"

"کہہ دینا — کہ میں ایک نئے رُخ سے سوچ رہا ہوں — اور اس رُخ سے سوچنے کے لیے ضروری تھا کہ تجوری کا ایک بار پھر بغور جائزہ لیا جائے۔" فاروق مسکرایا۔

"توبہ ہے تم سے — یار تمہاری زبان تھکتی نہیں —"

"تھکتی ہے — تھکتی کیوں نہیں — رات کو جب میں سو رہا ہوتا ہوں، تو یہ بے کار پڑے پڑے تھک جاتی ہے اور تمام دن وہی تھکن اتارنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔"

"اچھا بابا — اتارتے رہو تھکن، لیکن عدسہ تو نکالو —"

"ہاں — یہ رہا — مل گیا .... ارے پھر ہاتھ سے نکل گیا۔" فاروق عدسے کو جیب میں تلاش کرتا ہوا بولا۔

"تمہاری جیب ہے یا کوئی سمندر — یوں لگتا ہے جیسے تم جیب میں کوئی مچھلی پکڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اس بار ہاتھ میں آیا تو ہرگز نہیں نکلنے دوں گا۔" فاروق بولا۔

"تم یوں کرو کہ جیب کی تمام چیزیں باہر نکال لو۔" محمود نے جھلّا کر کہا۔

"اتنی دیر بعد یہ ترکیب بتائی ہے جب عدسہ مل بھی گیا — یہ لو۔" آخر فاروق نے جیب سے ہاتھ نکالتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے خدا کا۔" فرزانہ نے عدسے کو دیکھ کر کہا۔

"اگر تمہاری کام کرنے کی رفتار یہی رہی تو پکڑ چکے تم چور۔" محمود نے کہا — اور عدسے میں سے تجوری کے سوراخ کو دیکھنے لگا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے چور کو پکڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے —" فاروق بولا۔

"ارے — حیرت ہے۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"کس بات پر حیرت ہے — کیا میرے جملے پر؟" فاروق نے پوچھا۔

"جی نہیں .... تجوری کے سوراخ پر موم کے کوئی ذرّات نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" فاروق چونکا۔

"تم خود دیکھ لو —" محمود نے عدسہ فاروق کو دیتے ہوئے کہا۔

فاروق نے عدسے کے ذریعے سوراخ کو دیکھا — پھر فرزانہ نے بھی دیکھا — لیکن ان دونوں کو بھی موم کا کوئی ذرّہ نظر نہیں آیا۔

"آخر کیوں — یہاں کوئی موم کا ذرّہ کیوں نہیں ہے۔" محمود نے اُلجھ کر

کہا۔

"بھئی نہ جانے چابی بنانے کے لیے موم کے ٹکڑے پر کتنے دن پہلے نقش اتار لیے گئے ہوں ___ ضروری نہیں کہ اتنے دن گزرنے پر بھی موم کا کوئی ذرہ لگا رہ جائے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔" فرزانہ نے اس کی تائید میں کہا۔

"اتنے ماہر کاریگر بھی تو ہو سکتے ہیں جو صرف چابی کے نقش کو دیکھ کر چابی بنا دیں۔" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں! یہ بھی ہو سکتا ہے۔" محمود نے اس کی بات تسلیم کی۔

"آؤ چلیں۔"

وہ اپنے کمرے میں آئے اور بے دم ہو کر چارپائیوں پر گر گئے۔

"مجھے تو یہ کیس حل ہوتا نظر نہیں آتا۔" فاروق بولا۔

"ہاں ___ کیس بہت الجھا ہوا ہے ___ چور نے کوئی سراغ نہیں چھوڑا ___ اور جو دو سراغ اس نے بعد میں مہیا کیے، ان سے ہم کچھ پتا نہیں لگا سکے۔" فرزانہ بولی۔

"تم ان تحریروں کی اور موم کے ذرات کی بات کر رہی ہو۔" فاروق نے پوچھا۔

"ہاں!"

"ہاں ___ ان دونوں سے بھی کوئی مدد نہیں ملی۔" فاروق بولا ___ محمود نے باتوں میں کوئی حصہ نہیں لیا ___ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

فرزانہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں.... کہ...." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کہ ابا جان کو فون کر دیا جائے ___ کہ ہم ناکام ہو گئے ہیں۔" فاروق نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

"ہاں۔"

"لیکن یہ کتنے شرم کی بات ہو گی ___ انھوں نے ہمیں کسی قابل سمجھتے ہوئے یہاں بھیجا تھا۔"

"لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" فرزانہ بے چارگی سے بولی۔

"ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ___ بھائی محمود جو سوچ رہے ہیں تم دیکھ لینا ___ یہ صرف سوچ سوچ کر ہی چور کو پکڑ لیں گے۔" فاروق نے محمود کو دیکھتے ہوئے شریر انداز میں کہا۔

"اچھا ___ اس طرح بھی چور پکڑے جاتے ہیں۔" فرزانہ نے ہنس کر کہا۔

"ہاں ___ آج کل کے جاسوس صرف سوچ سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔"

اس پر بھی محمود کچھ نہ بولا۔

"معلوم ہوتا ہے ___ یہ تو گیا کام سے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"کہاں ___ کمرے میں ہی تو موجود ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"میرا مطلب ہے ___ کام سے گیا۔"

"نہیں ___ شاید سو گیا ہے۔"

"کیا تمہیں نظر نہیں آتا ___ آنکھیں کھلی ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

جو لوگ صرف سوچ سوچ کر ہی چور کو پکڑ لیں .... وہ آنکھیں کھلی رکھ کر بھی سو سکتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ذرا اسے آواز تو دو ــــ کہیں اس پر خاموشی کا دورہ تو نہیں پڑ گیا۔"

"خاموشی کا نہیں ــــ سوچ کا۔"

"محمود..... محمود..... ارے تم کہاں چلے گئے۔"

اس پر بھی محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگے آج تک انہوں نے محمود کو سوچ کے عالم میں اس طرح غرق ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

دوسرا رُخ

"محمود ــــ محمود۔" فاروق نے پھر اسے آواز دی۔

محمود کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر وہ گھبرا گئے اور اٹھ کر اس کے پاس آئے۔ فاروق نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا تو محمود چونک اٹھا۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر فاروق نے مطمئن ہو کر کہا۔

"بھلے آدمی یہ سونے کا کونسا طریقہ ہے، آنکھیں بند کرنا ہی بھول گئے۔"

"میں سو نہیں رہا تھا۔"

"اچھا ــــ اور ہم دونوں نے جو تمہیں آوازیں دی تھیں ــــ"

"میں نے نہیں سنیں ــــ دراصل میں سوچ میں گم تھا۔"

"شکر ہے کہ مل گئے ہو۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا مطلب!"

"تم گم ہو گئے تھے نا....." فرزانہ نے وضاحت کی۔

"آخر ایسی بھی کیا سوچ کہ ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں ایک اور رُخ سے سوچ رہا ہوں۔" محمود نے کہا۔

"پھر وہی رُخ ــــ تم بار بار اس رُخ کا ذکر کر رہے ہو ــــ لیکن بتاتے

کچھ نہیں۔"

"وہی بتانے لگا ہوں۔"

"لو بھئی فرزانہ تیار ہو جاؤ — اب بھید کھلنے لگا — چور اب منظر عام پر آیا ہی چاہتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"بہت خوب — میں پوری توجہ سے سُن رہی ہوں۔"

"تو یہ کہو نا — کہ ہمہ تن گوش ہوں۔"

"چلو یہی سہی۔"

"ہاں — تو فرمائیے بھائی جان۔" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پہلے تو تم اپنی ٹائیں ٹائیں پوری کر لو۔" محمود نے جل کر کہا۔

"ٹائیں ٹائیں — نہیں تو — ہم دونوں میں سے تو کسی نے بھی ٹائیں ٹائیں نہیں کی۔"

"تو سنو — دوسرا رُخ مجھے ایک اور ہی طرف لے گیا ہے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے — دوسرا رُخ دوسری ہی طرف لے جا سکتا ہے۔ پہلی طرف نہیں۔"

"چور بہت چالاک ہے — بہت چالاک۔" محمود بڑبڑایا۔

"کیا دوسرے رُخ نے تمہیں یہی بات بتائی ہے —" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن یہ بات تو ہمیں بہت پہلے سے معلوم ہے۔" فرزانہ کے منہ سے

نکلا۔

"ہاں — یہ بات ہمیں بہت پہلے سے معلوم ہے — اگر ایسا نہ ہوتا، چور اتنا چالاک نہ ہوتا تو کل رات ہی کھانے کے بعد ہی ہمیں تحریریں ملنے کے بعد اس کا پتا چل جاتا۔" محمود نے بتایا۔

"جی ہاں — لیکن تحریریں ملانے کا تو خاک بھی نتیجہ نہیں نکلا۔" فاروق نے کہا۔

"اسی لیے یہ کہنا پڑتا ہے — کہ چور بہت چالاک ہے — ہماری توقع سے کہیں زیادہ۔"

"کہہ لیں — ہم آپ کو نہیں روکیں گے۔" فاروق نے پھر مذاق کیا۔

"اور ..... ابھی تک دو باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں — اگر یہ دونوں باتیں سمجھ میں آ جائیں تو چور روشنی میں آ جائے گا۔"

"کیوں — اس نے اپنے کمرے کا بلب بجھایا ہوا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"مذاق نہیں — میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

"وہ تو نظر ہی آ رہا ہے۔" فرزانہ نے اقرار کیا۔

"ہاں تو وہ دو باتیں کون سی ہیں — ہمیں بتاؤ تو سہی — شاید ہماری سمجھ میں ہی آ جائیں — تم تو جانتے ہی ہو فرزانہ کا ذہن بہت تیزی سے کام کرتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں — یہ بات میں مانتا ہوں — اس کا ذہن ہمارے ذہنوں

کی نسبت بہت تیزی سے کام کرتا ہے — لیکن اس معاملے میں وہ شاید کچھ نہ کر سکے۔"

"خیر — تم بتاؤ بھی تو۔"

"پہلی بات تو یہی — کہ اگر وہ دونوں تحریریں مجرم نے لکھی تھیں تو گھر کے آٹھوں افراد میں سے کسی کی تحریر سے کیوں نہیں ملیں — جب کہ ہم تجربہ کر کے یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ دونوں پرزوں پر اس نے تحریر بگاڑ کر نہیں لکھا تھا۔"

"ہاں ! اس نے اپنی اصلی تحریر میں لکھا تھا۔" فاروق نے تسلیم کیا۔

"پھر تحریر کسی سے کیوں نہیں ملی۔"

"یہ بات تو واقعی ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔" فاروق نے کہا۔

"اور نہ میری۔" فرزانہ بولی۔

"ہمارے ذہن یہ بات تسلیم کرنے پر بھی تیار نہیں کہ چور کوئی باہر کا آدمی ہے۔"

"ہاں — چور ضرور گھر کا ہی کوئی فرد ہے۔"

"تو پھر کسی نہ کسی کی تحریر سے ان پرزوں کی تحریر کو ضرور ملنا چاہیے تھا۔" محمود نے عاجز آ کر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ اس کیس کا سب سے الجھا ہوا مسئلہ ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں — بالکل !"

"کیا تم دونوں کا ذہن اس مسئلے پر آگے بڑھتا ہے یا نہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"مجھے تو پیچھے ہٹتا معلوم ہوتا ہے۔" فاروق ہنسا۔

"اور تمہیں ؟" محمود نے سنجیدہ لہجے میں فرزانہ سے پوچھا۔

"میرا ذہن بھی اپنی جگہ جما ہوا ہے — نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔"

"خدا کے لیے سوچو — یہ بہت ضروری بات ہے۔"

"ہم اس پر سوچیں گے — تم دوسری بات بتاؤ۔"

"اور دوسری یہ کہ اس چوری سے چور کا مقصد کیا تھا۔" محمود نے پوچھا۔

"بھلا یہ بھی کوئی سوال ہے — ارے بھئی چور کا چوری سے کیا مقصد ہوتا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"دولت حاصل کرنا — اور کیا —" فرزانہ بھی بولی۔

"تو پھر — چور نے تجوری کی ساری دولت کیوں نہ چرائی — اس نے صرف ایک ہار اور بیس ہزار روپے ہی کیوں چرائے ؟"

"اسے انکل پر رحم آگیا ہوگا۔" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"یا اس نے سوچا ہوگا — چابی تو اس نے بنوا ہی لی ہے — جب چاہے گا پھر نکال لے گا۔"

"نہیں — ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"تو پھر یہی بات ہو سکتی ہے کہ چور بہت صابر اور شاکر آدمی ہے .... ہر حالت میں شکر اور صبر کرتا ہے .... وہ لالچی نہیں ہے۔"

"اگر چور لالچی نہیں ہے تو ہیروں کا ہار چرانے کی کیا ضرورت تھی — جانتے ہو اگر ہم اسے پکڑ نہ سکے تو کچھ دنوں بعد وہ اس ہار کی وجہ سے ضرور پکڑا جائے گا۔"

"وہ کیسے —"

"یا تو وہ اسے بیچنے کی کوشش کرے گا یا اسے استعمال کرے گا — دونوں طرح اس کے پکڑے جانے کے امکانات ہیں۔"

"صرف امکانات ہی ہیں — یہ ضروری نہیں کہ پکڑا بھی جا سکے — تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ چور بہت چالاک ہے۔" فاروق نے اسی کی بات دہرائی۔

"میں بھول نہیں رہا — یہ بات تو مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔"

"تو پھر آخر تمہاری اس دوسری بات کا کیا جواب ہے — آخر چور نے چوری کس لیے کی۔"

"یہ سوال بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلا سوال — یعنی ان دونوں کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا — اگر دونوں سوالوں کا جواب معلوم ہو جائے تو چور کو میری مٹھی میں سمجھو۔"

"تو کیا چور بہت چھوٹا سا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب!" محمود نے اسے گھورا۔

"تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ چور کو مٹھی میں سمجھو۔"

"ہم تینوں آج رات کا کھانا کھانے کے بعد بستروں میں لیٹ کر ان دونوں سوالوں پر غور کریں گے — اب دیکھنا یہی ہے کہ کس کا ذہن کام کرتا ہے۔" محمود نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں — اس معاملے میں تم ہی بازی لے جاؤ گے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کیسے؟"

"اس لیے کہ تم دوسرے رُخ سے سوچ رہے ہو — جب کہ ہمیں یہاں سرے سے کوئی رُخ ہی نظر نہیں آتا۔" فاروق نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

اس کی بات پر فرزانہ اور محمود ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔ اسی وقت انور اندر داخل ہوا۔

"کھانا تیار ہے — مالک آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔"

"اچھا — تم چلو — ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ تیار ہو کر کھانے کی میز پر پہنچے — الطاف شاہد انہیں دیکھتے ہی بولے:

"آؤ بیٹو — آؤ — کہو گاؤں کی سیر کر آئے۔"

"جی ہاں۔" محمود نے جواب دیا۔

"پھر ۔۔ پسند آیا ہمارا گاؤں۔"

"بہت زیادہ ۔۔ صاف ستھری ہوائیں ۔۔ ہرے بھرے کھیت ۔۔ کھلے میدان ۔ یہ چیزیں بھلا شہر میں کہاں ۔۔ شہر میں تو موٹروں کا دھواں ۔۔ کارخانوں کی زہریلی گیس ۔۔ شور شرابا ۔ بے پناہ ہجوم، یہی کچھ ہوتا ہے۔ روزانہ نہ جانے کتنا دھواں سانس کے ساتھ نگل جاتے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے ۔۔ تم شہر جاؤ ہی نہیں ۔۔ یہاں ہی رہو۔" الطاف شاہد نے ہنس کر کہا۔ جس پر تینوں مسکرا دیے۔

"شکریہ انکل۔"

"ہاں تو کیس کے سلسلے میں کیا رہا ۔۔ تمہاری تفتیش کس مرحلے میں ہے۔"

"جی بس ۔۔ بڑی طرح اُلجھے ہوئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کیوں ۔۔ اُلجھے ہوئے کیوں ہو ۔۔"

"چور بہت ذہین ہے ۔۔ آج تک ہمیں شاید اتنے چالاک مجرم سے واسطہ نہیں پڑا ۔۔"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے .... تمہارے ابو کو فون کر دیتے ہیں ۔۔ اگر انہیں فرصت ہو گی تو آ جائیں گے ۔۔"

"کیا آپ کو جلدی ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"کس بات کی۔" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"چور کو پکڑنے کی۔"

"نہیں ۔۔ ایسی کوئی جلدی نہیں۔"

"تو بس پھر ۔۔ ایک آدھ دن اور ٹھہر جائیں۔"

"اچھا ۔۔ جیسے تمہاری مرضی ۔۔ ویسے میرا خیال ہے کہ یہ کیس تم سے حل نہیں ہو گا۔"

"جی ہاں ۔۔ ہمارا بھی یہی خیال ہے ۔۔ پھر بھی ہم ایک آدھ دن کی مہلت اور چاہتے ہیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

باتوں کے ساتھ ساتھ وہ کھانا بھی کھا رہے تھے ۔۔ دوسرے لوگوں نے ان کی گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا ۔۔ وہ سبھی پریشان تھے۔ ہر ایک کے ذہن میں بار بار یہی سوال اُبھرتا کہ چور کون ہے ۔۔ ہم میں سے چور کون ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی پر شک تھا سوائے چور کے ان میں سے ہر ایک ہر وقت یہی سوچتا رہتا ۔۔ کہ شاید وہ شخص چور ہے ۔۔ ہو سکتا ہے وہ نہ ہو .... بلکہ وہ ہو ....

کھانے سے فارغ ہو کر بھی سب لوگ کھانے کی میز پر ہی بیٹھے باتیں کرتے رہے ۔۔ الطاف شاہد کسی سوچ میں گم دانتوں میں خلال (دانت کریدنے کا تنکا) کرنے لگے ۔۔ ایسے میں محمود تمام لوگوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا ۔۔ اس نے صاف محسوس کیا کہ ان میں سے صرف جاوید بالکل لاپروا نظر آ رہا تھا ۔۔ اس کی آنکھیں جاوید اور دوسرے

لوگوں کا جائزہ لیتی ہوئی گردش کرنے لگیں — اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس کے چہرے پر جوش کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں میں بلا کی حیرت تھی۔

۱۱

اسی وقت منصور نے محمود کو مخاطب کیا:

"مسٹر محمود — میں آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"جی — اچھا —" محمود اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ اسے کمرے سے باہر لے آیا اور دھیمے لہجے میں بولا۔

"ابھی تک آپ چور کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"نہیں۔" محمود نے مختصر جواب دیا۔

"کیا آپ نے جاوید کے متعلق نہیں سوچا — وہ ریس کھیلتا ہے۔"

"ہاں — میں جانتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہی چور ہے۔"

"کیا آپ مجھے یہی بات بتانے کے لیے لائے تھے۔"

"ہاں!"

"آپ کا بہت بہت شکریہ — مجھے بھی جاوید پر شک ہے۔" محمود نے کہا۔

"بہت خوب — مجھے امید ہے کہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔"

یہ کہہ کر منصور پھر کمرے میں چلا آیا۔ محمود اس کے پیچھے اندر داخل ہوا — اسی وقت الطاف شاہد میز سے اٹھ کھڑے ہوئے — ان کے اٹھتے ہی سب اٹھ گئے — لیکن محمود اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ان سب کے کمرے سے نکل جانے پر بھی جب وہ بیٹھا ہی رہا تھا تو فرزانہ نے کہا۔

"کیا آج ڈرائنگ روم میں ہی سونے کا ارادہ ہے۔" وہ کھڑی ہوئی تھی — فاروق بھی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

"ہاں کھانے کی یہ میز بھی سونے کے لیے استعمال ہو سکتی ہے۔" اس نے کہا۔

محمود نے کوئی جواب نہیں دیا — وہ خاموشی سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے گرد چکر لگانے لگا — ایسا کرتے وقت وہ میز پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"یہ میز کا طواف کیوں ہو رہا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اگر تمہارا ارادہ اسی کمرے میں رہ کر میز کے چکر لگانے کا ہے تو ہم چلتے ہیں اپنے کمرے میں۔" فرزانہ بولی۔ وہ اس پر بھی خاموش رہا۔

"چلو فرزانہ چلیں — اس پر تو میز کا چکر لگانے کا دورہ پڑ گیا ہے۔" فاروق نے تنگ آ کر کہا، پھر بولا:

"آج کل لوگوں کو کیسے کیسے عجیب دورے پڑنے لگے ہیں.... سوچ

کا دورہ .... میز کے چکر لگانے کا دورہ .... باتوں کا دورہ ، مذاق کا دورہ — جاسوسی کا دورہ — پڑھنے کا دورہ .... کھیلنے ...."

"بس بس — تمہیں دوروں کی وضاحت کرنے کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"ارے بھائی جاسوس — کچھ تو بتاؤ — آخر کیا سوچ رہے ہو — ایسی کونسی بات ہے جو اس کمرے میں میز کا چکر لگاتے ہوئے ہی سوچی جا سکتی ہے — اور اپنے کمرے میں چل کر نہیں سوچ سکتے۔" فاروق نے کہا — محمود پھر بھی خاموش رہا۔

"الٰہی خیر — اس پر تو پھر خاموشی کا دورہ پڑ گیا ہے — اب کیا کیا جائے۔"

"اس گاؤں میں تو شاید ہی ڈاکٹر ملے۔"

"تو کوئی حکیم کیوں نہ لے آئیں۔"

"بے وقوف ہو تم دونوں۔" آخر محمود کے منہ سے آواز نکلی۔

"شکر ہے تم بولے تو سہی — میں تو سمجھا تھا تمہاری زبان گنگ ہو گئی ہے۔"

"تم کیا جانو — میں نے کتنی زبردست بات معلوم کی ہے۔"

"اچھا — اب باتیں بھی زبردست ہونے لگیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"سنو گے تو اچھل پڑو گے۔"

"اگر تم یہی چاہتے ہو کہ ہم اچھل پڑیں تو سناؤ۔"

"میں نے ان دو میں سے ایک سوال حل کر لیا ہے۔" محمود نے بتایا۔

"کن دو میں سے۔" فاروق نے پوچھا۔

"بھول گئے — ابھی کھانے سے پہلے اپنے کمرے میں میں نے تم سے دو سوالوں پر غور کرنے کے لیے کہا تھا۔"

"ہاں یاد ہے — تو تم نے ان دونوں میں سے کونسا سوال حل کر لیا ہے۔"

"یہی کہ چور کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر گھر کے کسی فرد کی تحریر سے کیوں نہیں ملی۔"

"کیا! .... کیا تم نے یہ بات معلوم کر لی ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔ فرزانہ کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔

"ہاں۔"

"تو بتاؤ نا — تحریر کیوں نہیں ملی۔"

"ابھی نہیں — ذرا صبر کرو — اور ایک اور بات سنو۔"

"وہ بھی سناؤ —" فاروق نے بے چارگی سے کہا۔

"وہ یہ کہ چور اب میرے سامنے ہے۔" محمود نے پراسرار لہجے میں کہا۔

"کیا!" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں — چور میرے سامنے ہے۔"

"تم بالکل غلط کہتے ہو — یہ نہیں ہو سکتا۔" فاروق نے کہا۔

"کیا مطلب — کیا نہیں ہو سکتا۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہی کہ چور تمہارے سامنے ہے۔"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"مگر — تمہارے سامنے تو میں ہوں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اب جتنا جی چاہے مذاق کر لو —"

"اچھا — مگر مجھے تو اب مذاق کا ایک جملہ بھی نہیں سوجھ رہا ہے۔" فاروق نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔

"اگر تمہیں پتا لگ گیا ہے تو بتاتے کیوں نہیں — چور کون ہے۔"

"ابھی نہیں بتاؤں گا۔"

"اور کیا تم نے دوسرا سوال بھی حل کر لیا ہے — ظاہر ہے کہ چور کا پتا لگنے کے بعد دوسرا سوال بھی خود بخود حل ہو گیا ہو گا۔"

"یہی اس کیس کی سب سے زیادہ عجیب بات ہے۔" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟" فاروق نے اسے چونک کر دیکھا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے چور کا پتا لگا لیا ہے — لیکن ابھی تک میں یہ نہیں جان سکا کہ چور نے یہ چوری کس لیے کی —"

"عجیب احمق ہو تم — یہ کیسے ہو سکتا ہے — تمہیں چور کا پتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ اس نے چوری کیوں کی — ارے بھئی اسے روپے کی ضرورت ہو گی یا وہ ہار چرانا چاہتا ہو گا۔"

"نہیں — ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔" محمود نے عجیب انداز میں کہا۔

"حیرت ہے۔" فاروق اور فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ دونوں کا حیرت کے مارے برا حال تھا۔

میز کا معائنہ

پھر وہ کھانے کے کمرے سے اپنے کمرے میں آگئے۔ محمود نے ابھی تک انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔

"میں جانتا ہوں — تم ہمیں کچھ نہیں بتاؤ گے — یہ بازی تم جیت لینا چاہتے ہو۔"

"نہیں — اس کا سہرا صرف میرے سر نہیں رہے گا — تم بھی برابر کے شریک ہو گے — دراصل تم دونوں کے بعض جملوں نے ہی مجھے چور تک پہنچایا ہے۔" محمود نے کہا۔

"وہ جملے تھے یا کوئی گاڑی۔ جملے ہمارے، اور چور تک پہنچے ان کے ذریعے تم، یہ کیا بات ہوئی۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"اسے اتفاق کہتے ہیں۔"

"مجھے آج معلوم ہوا — کہ اتفاق کسے کہتے ہیں۔" فاروق بولا، فرزانہ کو بے تحاشہ ہنسی آگئی۔

"تم تو اس طرح جل بھن رہے ہو جیسے میں نے تمہاری کوئی چیز چرا لی ہے اور اب اسے اپنی بتا رہا ہوں۔"

"اگر تم ہمیں چور کا نام بتا دو، تو ہم سکون سے سو سکیں گے۔" فرزانہ

بولی۔

"لیکن میں اس کے باوجود نہ سو سکوں گا۔" محمود نے کہا۔

"کیوں۔"

"ابھی مجھے بہت کچھ سوچنا ہے — یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میرے تمام خیالات غلط ثابت ہوں — اور جسے میں چور سمجھ رہا ہوں، دراصل وہ چور نہ ہو — ایسی صورت میں کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ ابھی تک میں کوئی ثبوت تلاش نہیں کر سکا۔"

"تب پھر — اگر چور نے اقرار نہ کیا تو تم کیا کرو گے۔"

"میں آج رات یہی سوچنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم ہمیں بتا دیتے تو اس لائن پر ہم بھی سوچنے میں تمہاری مدد کر سکتے تھے۔" فاروق نے تجویز پیش کی۔

"میں جانتا ہوں — تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"آخر کیوں —" فرزانہ نے الجھ کر کہا۔

"بس! اب تم دونوں سو جاؤ — صبح انشاءاللہ ہم یہاں سے واپس چلیں گے۔"

"کیا مطلب — کیا کل ہی واپسی کا ارادہ ہے۔"

"اور کیا — کیس حل ہو جانے کے بعد یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔"

"کیا تم چور کو گرفتار کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہو۔" فرزانہ نے ایک

میز کا معائنہ

پھر وہ کھانے کے کمرے سے اپنے کمرے میں آ گئے۔ محمود نے ابھی تک انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔

"میں جانتا ہوں — تم ہمیں کچھ نہیں بتاؤ گے — یہ بازی تم جیت لینا چاہتے ہو۔"

"نہیں — اس کا سہرا صرف میرے سر نہیں رہے گا — تم بھی برابر کے شریک ہو گے — دراصل تم دونوں کے بعض جملوں نے ہی مجھے چور تک پہنچایا ہے۔" محمود نے کہا۔

"وہ جملے تھے یا کوئی گاڑی — جملے ہمارے، اور چور تک پہنچے ان کے ذریعے تم، یہ کیا بات ہوئی۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"اسے اتفاق کہتے ہیں۔"

"مجھے آج معلوم ہوا — کہ اتفاق کسے کہتے ہیں۔" فاروق بولا، فرزانہ کو بے تحاشہ ہنسی آ گئی۔

"تم تو اس طرح جل بھن رہے ہو جیسے میں نے تمہاری کوئی چیز چرا لی ہے اور اب اسے اپنی بتا رہا ہوں۔"

"اگر تم ہمیں چور کا نام بتا دو، تو ہم سکون سے سو سکیں گے۔" فرزانہ

بولی۔

"لیکن میں اس کے باوجود نہ سو سکوں گا۔" محمود نے کہا۔

"کیوں۔"

"ابھی مجھے بہت کچھ سوچنا ہے — یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میرے تمام خیالات غلط ثابت ہوں — اور جسے میں چور سمجھ رہا ہوں، دراصل وہ چور نہ ہو — ایسی صورت میں کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ ابھی تک میں کوئی ثبوت تلاش نہیں کر سکا۔"

"تب پھر — اگر چور نے اقرار نہ کیا تو تم کیا کرو گے۔"

"میں آج رات یہی سوچنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم ہمیں بتا دیتے تو اس لائن پر ہم بھی سوچنے میں تمہاری مدد کر سکتے تھے۔" فاروق نے تجویز پیش کی۔

"میں جانتا ہوں — تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"آخر کیوں —" فرزانہ نے الجھ کر کہا۔

"بس! اب تم دونوں سو جاؤ — صبح انشاءاللہ ہم یہاں سے واپس چلیں گے۔"

"کیا مطلب — کیا کل ہی واپسی کا ارادہ ہے۔"

"اور کیا — کیس حل ہو جانے کے بعد یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔"

"کیا تم چور کو گرفتار کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہو۔" فرزانہ نے ایک

نیا سوال پوچھا۔

"ہیں .... نہیں .... یہ تو انکل شاہد کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"ہوں — معلوم ہوتا ہے — رحمان نگر کی آب و ہوا مجھے اور فاروق کو راس نہیں آئی۔" فرزانہ نے کہا۔

"ویسے ابھی تک تم دونوں نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ آخر تم بھی تو ان میں سے کسی کو چور سمجھتے ہو گے۔"

محمود نے پوچھا۔

"ہاں .... کیوں نہیں — جہاں تک میرا خیال ہے، جاوید چور ہے اور رشید اس کا مددگار۔" فاروق نے کہا۔

"ہوں — منصور کا بھی یہی خیال ہے۔" محمود نے کہا۔

"منصور کا — ارے ہاں — وہ تمہیں الگ لے جا کر کیا کہہ رہا تھا۔"

"یہی کہہ رہا تھا کہ چور ضرور جاوید ہے، وہ ریس کھیلنے کا عادی ہے لہٰذا اسے پیسوں کی ضرورت رہتی ہے۔"

"بات تو ٹھیک ہی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں — لیکن ان تحریروں کو کس خانے میں فٹ کرو گے — جاوید کے ہاتھ کی تحریر ان پرزوں کی تحریر سے کیوں نہیں ملی۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"یہیں آ کر تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"بس — اب سو جاؤ صبح دیکھیں گے۔" محمود نے لیٹے ہوئے کہا۔

اس کے بعد تینوں سونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے — لیکن نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی — بہت دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد بھی جب فاروق کو نیند نہیں آئی تو وہ اٹھ بیٹھا، کمرے میں زیرو کا بلب روشن تھا۔ جس کی مدھم روشنی میں اس نے محمود اور فرزانہ کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا .... اس نے کمرے کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ فرزانہ کی آواز آئی:

"کہاں جا رہے ہو؟"

"نیچے۔" اس نے چونکے بغیر کہا — وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ دونوں بھی ابھی جاگ رہے ہیں۔"

"میں بھی چلتی ہوں — مجھے بھی نیند نہیں آ رہی ہے۔"

"اچھا آؤ۔" یہ کہہ کر اس نے محمود کو دیکھا — اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی۔ فاروق مسکرایا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ فرزانہ اس کے ساتھ تھی — باہر نکلتے ہی بولی۔

"میں جانتی ہوں — تم کہاں جا رہے ہو۔"

"کہاں جا رہا ہوں۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کھانے کے کمرے میں۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"کمال ہے — تم نے کیسے اندازہ لگا لیا۔"

"میں خود بھی اسی انتظار میں تھی کہ تم دونوں سو جاؤ تو اٹھ کر اس

کمرے میں جاؤں۔" فرزانہ نے بتایا۔

"آخر کیوں۔"

"میں اس کھانے کی میز کا جائزہ لینا چاہتی ہوں ــ جس کا طواف محمود کر رہا تھا۔"

"بہت خوب ــ ہم دونوں نے ایک ہی بات سوچی ہے۔"

"ہاں آخر محمود کو اس میز پر ایسی کیا چیز نظر آئی تھی ــ تمہیں یاد ہے اس نے میز کا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ اعلان کیا تھا کہ اس نے چور کا پتا لگا لیا ہے۔"

"ہاں! میں حیران ہوں ــ آخر اس نے وہاں کیا دیکھا تھا۔"

"ہم وہی دیکھنے جا رہے ہیں۔"

دونوں ڈائننگ روم میں پہنچ گئے۔ اور میز کا بغور جائزہ لینے لگے۔ کافی دیر تک سر مارنے کے بعد بھی انہیں کچھ نظر نہیں آیا۔

"کمال ہے ــ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اگر یہاں کچھ نہیں ہے تو محمود کو کیا نظر آیا تھا۔" فرزانہ بولی۔

"خدا جانے ــ میری تو عقل حیران ہے۔"

"آؤ چلیں ــ اس مرتبہ ہمیں محمود کے مقابلے میں ہار ماننی ہی پڑے گی۔"

دونوں واپس چل پڑے۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو محمود کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"کیوں ــ ہو آئے ڈائننگ روم سے۔"

"ہاں ــ ہو آئے۔"

"پھر ــ کس نتیجے پر پہنچے۔"

"کسی پر نہیں ــ ہمیں اپنی ناکامی کا اعتراف ہے۔ ہمیں اس میز پر کچھ بھی نظر نہیں آیا، جس کا تم طواف کر رہے تھے۔" فاروق نے صاف لہجے میں کہا۔

"بہت خوب ــ یہ بھی کم عقلمندی نہیں ہے کہ تم اس میز تک جا پہنچے ــ اگر کھانے کے بعد ہی تم نے غور کیا ہوتا تو اس وقت تک تم بھی جان چکے ہوتے کہ چور کون ہے۔"

"ہوں ــ دراصل اس وقت تم دوسرے رُخ پر سوچ رہے تھے۔" فاروق نے خوش دلی سے کہا۔

"دل چھوٹا نہ کرو فاروق ــ" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا بڑا کروں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"دراصل تمہارے ذہن میں آنے والے ہی ایک خیال نے مجھے اس دوسرے رُخ پر لگایا تھا۔"

"کیا مطلب؟" فاروق چونکا۔

"تمہیں یاد ہو گا ــ جب ہم تحریریں ملا رہے تھے تو تم نے کہا تھا کہ دراصل چور نے جو پرزے ہمیں لکھے ہیں، وہ اس نے اپنی اصل تحریر میں نہیں لکھے ــ پھر تم نے ہی یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ دو مختلف پرزوں پر اگر تحریر بگاڑ کر لکھا جائے تو وہ دونوں ایک جیسی نہیں

ہوں گی۔"

"ہاں!" فاروق نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"بس تو — انہیں دو باتوں نے مجھے دوسرے رُخ سے سوچنے پر مجبور کر دیا۔"

"یہ بات جاننے کے بعد بھی میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچا —"

"اب صبح سب معاملہ واضح ہو جائے گا۔"

"لیکن چور کے خلاف تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"مجھے ثبوت کی ضرورت بھی کیا ہے — میں جانتا ہوں — انکل الطاف شاہد چور کو قانون کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"یہ کیسی چوری ہوئی — جس میں چور کو قانون کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔"

"بس — انکل کی مرضی — ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"رات کافی ہو گئی ہے — کیوں نہ ایک بار پھر سونے کی کوشش کی جائے۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"ہاں — یہ ٹھیک ہے —"

وہ سونے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔

☆

صبح سویرے وہ نہا دھو کر تیار ہوئے ہی تھے کہ ملازم نے آکر بتایا ناشتا تیار ہے اور سب لوگ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

"فاروق، فرزانہ — تم دونوں نیچے چلو — میں ایک دو منٹ میں آتا ہوں۔"

"کیوں — کیا کرنے کا ارادہ ہے۔"

"نہیں — کوئی خاص بات نہیں .... تم چلو دیر نہ کرو۔"

ان کے جانے کے بعد محمود خود بھی نیچے اُتر آیا اور ایک کمرے میں گھس گیا — اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور تیزی سے کوئی چیز تلاش کرنے لگا — جلد ہی اسے وہ چیز مل گئی — اس نے دروازہ کھولا — ادھر ادھر دیکھا — اور کھانے کے کمرے کی طرف بڑھا —

"تم کہاں رہ گئے تھے محمود۔" الطاف شاہد اسے دیکھتے ہی بولے۔

"جی — ذرا کپڑے بدلنے میں دیر ہو گئی۔"

"خیر بیٹھو —"

ناشتا شروع ہوا —

"تمہاری جاسوسی کس مرحلے پر ہے۔" الطاف شاہد نے خوش گوار لہجے میں پوچھا۔

"جی — ہم آج واپس جا رہے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کیا کہا — واپس جا رہے ہو۔"

"جی ہاں —"

"لیکن کیوں — کیا تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے —"

"جی نہیں — ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"پھر — آخر کیا بات ہے — کیا چور کو نہیں پکڑ سکے، اس لیے — بھئی تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں — تیس پینتیس ہزار میرے لیے کوئی اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ چھوڑو چور دور کی فکر — کھیلو کودو — کھاؤ پیو — تم کیوں پریشان ہوتے ہو — چار پانچ روز بعد جمشید کو فرصت ملے گی تو آ کر خود ہی دیکھ لے گا۔"

"جی نہیں بات یہ نہیں ہے۔" محمود نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"پھر کیا بات ہے۔"

"جی — بات دراصل یہ ہے کہ ہم نے چور کا پتا لگا لیا ہے۔" محمود نے اچانک کہا۔

اس کے جملے پر سب اچھل پڑے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے — الطاف شاہد کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"کیا!" ان کے لہجے میں حیرت اور خوشی تھی۔

"جی ہاں — اگر آپ چاہیں تو میں بتا سکتا ہوں کہ چوری کس نے کی ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم نے یہ مسئلہ حل کر لیا ہے۔"

"آپ سب لوگ ناشتے سے فارغ ہو لیں — پھر میں عرض کروں گا۔"

سب جلدی جلدی ناشتا کرنے لگے — اب ان کی توجہ کھانے پینے کی چیزوں کی طرف نہیں رہ گئی تھی — بس دوسروں کا ساتھ دینے کے

لیے کھا رہے تھے — آخر جلد ہی سب نے ہاتھ کھینچ لیے۔

"اٹھا لو یہ سب!" الطاف شاہد نے کریم سے کہا۔

چور کون؟

کریم میز سے چیزیں اٹھانے لگا۔ میز کی صفائی کے بعد محمود نے کریم سے کہا۔

"کریم بابا، مجھے دانت کریدنے کا ایک تنکا دینا — میرے دانت میں کوئی چیز پھنس گئی ہے۔"

"جی اچھا۔" کریم نے فوراً ہی ایک پلیٹ میں کچھ تنکے اس کے سامنے رکھ دیے اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"بہتر ہو گا — آپ اپنے باقی دونوں ملازموں کو بھی بلا لیں۔" اس نے کہا۔ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ وہ سب حیران تھے اور اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ دیکھو کون چور نکلتا ہے۔ الطاف شاہد نے کریم کو اشارہ کیا کہ وہ انور اور رشید کو بھی بلا لائے۔

جلد ہی کریم دونوں ملازموں کو بلا لایا — الطاف شاہد نے انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا — وہ سٹولوں پر بیٹھ گئے۔

"ہاں بھئی اب بتاؤ — تم کسے چور سمجھتے ہو — میں یہ جاننے کے لیے سخت بے چین ہوں۔"

"جی بہت بہتر — بسم اللہ الرحمن الرحیم —" محمود نے کہنا شروع

کیا۔ اس کے اس انداز پر سب زیر لب مسکرا دیے۔

"آپ سب لوگ یہ جاننے کے لیے بے چین ہیں کہ چور کون ہے۔ چور اسی کمرے میں موجود ہے — چور بہت چالاک ہے — اس نے اپنی چالاکی کے ایسے ایسے نمونے دکھائے کہ ہم تینوں چکر پر چکر کھاتے رہے۔ شاید ہم قیامت تک اس کا پتا نہ لگا سکتے — مگر چور سے ایک معمولی سی غلطی ہو گئی — اتنی معمولی غلطی کہ اگر اتفاق سے میری نظر اس وقت اس پر نہ پڑ جاتی تو کبھی بھی میں اس کو نہ پہچان سکتا — چور کا منصوبہ اس قدر مکمل تھا .... اتنی احتیاط سے ترتیب دیا گیا تھا کہ شاید کوئی بڑے سے بڑا جاسوس بھی اس کو نہ پکڑ سکتا — مگر قدرت کو منظور یہی تھا کہ اس سے وہ چھوٹی سی غلطی سرزد ہوئی اور میں نے اسے جان لیا —

آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ کل رات چور نے ایک کاغذ کے پرزے پر ایک جملہ لکھا اور اسے ہمارے کمرے میں پھینک دیا — پرزہ ہاتھ لگتے ہی ہم نے خیال کیا کہ اب چور کو پکڑنا بہت آسان ہے — اس کی تحریر ہمارے ہاتھ لگ گئی تھی — اس لیے ہم نے آپ سب سے وہ جملہ لکھوایا — چور چونکہ گھر کا ہی ایک فرد ہے اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ میں سے کسی ایک کے جملے کا طرز تحریر اس کاغذ کے پرزے کی تحریر سے مل جاتا — لیکن ایسا نہیں ہوا — کسی کے جملے سے بھی پرزے کی تحریر بالکل نہیں ملی۔ یہ ہم تینوں کے

یے اتنی عجیب بات تھی کہ ہم چکرا گئے ـــــ ادھر چور ہمیں چکراتا دیکھتا رہا اور مسکراتا رہا ـــــ وہ تو دراصل چوہے اور بلی کا کھیل کھیل رہا تھا ـــــ ہم تو اس کے لیے چوہوں کی مانند تھے اور وہ خود بلی۔

پھر ہمیں دوسرا پرزہ ملا ـــــ دونوں پرزوں کی لکھائی میں بالکل کوئی فرق نہیں تھا ـــــ ہم نے یہ اندازہ لگایا کہ جب ہم نے آپ سے وہ جملہ لکھوایا تھا تو چور نے اپنی تحریر بگاڑ کر جملہ لکھ دیا اس لیے کسی کا جملہ پرزے سے نہیں ملا ـــــ اس لیے ہم نے انکل سے اجازت لے کر آپ سب کے کمروں میں جا کر آپ کی ذاتی لکھائی کو اس پرزے سے ملایا ـــــ آپ جانتے ہیں کیا ہوا ـــــ آٹھوں آدمیوں کی تحریروں کو پرزے سے ملانے کے بعد بھی کسی کی تحریر اس پرزے سے نہیں ملی ـــــ اب تو ہماری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا ـ یہ کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا تھا ـــــ لیکن ہمارے سامنے تھا ـــــ ہم ایک بار پھر بُری طرح چکرائے۔

کچھ دیر کے لیے ہم نے سوچا کہ کہیں چور کوئی باہر کا آدمی تو نہیں ہے ـــــ لیکن دو باتوں نے اس خیال کو جھٹلا دیا ـ ایک تو یہ کہ اگر چور باہر کا آدمی ہے تو اتنی آسانی سے اس نے دو پرزے ہمارے کمرے میں کیسے پہنچا دیے ـــــ دوسرے یہ کہ تجوری کی چابی کی نقل تیار کرائی گئی تھی ـــــ"

"کیا کہا ـ" کئی ایک حیرت سے چلائے۔

"تجوری کی ایک نقلی چابی تیار کرائی گئی ہے، جس سے تجوری کو کھولا گیا اور چوری کی گئی ـ"

"آخر یہ بات کیسے معلوم ہوئی ـ" دو تین نے بیک وقت پوچھا۔

"اس طرح کہ تجوری کی چابی پر موم کے ذرات چپکے ہوئے تھے ـ"

"موم کے ذرات ـــــ کیا مطلب ؟" صفیہ بیگم حیران ہو کر بولیں۔

"جی ہاں ـــــ اگر آپ کسی چابی کی نقل تیار کرانا چاہیں ـــــ اور چابی قفل ساز کو مہیا نہ کر سکیں تو آپ موم کے ٹکڑے کو آگ پر نرم کر کے چابی پر اس کے نقش اتار کر دے دیں ـــــ وہ آپ کو چابی تیار کر دے گا ـ"

"اوہ ـــــ" ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہی دونوں باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ چور ضرور گھر کا ہی فرد ہے ـــــ اس لیے میں گھر کے ہر فرد کا بغور جائزہ لیتا رہا ـــــ اور آخر....."

وہ رُک رُک کر سب کو دیکھنے لگا۔

"اور آخر کیا....." ثریا نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"اور آخر بغور جائزہ لینے کے دوران مجھے ایک چیز ایسی نظر آ ہی گئی کہ میں نے چور کو پہچان لیا ـــــ سب سے پہلے مجھے مسٹر جاوید پر شک ہوا تھا ـــــ انہوں نے ہماری آمد کو ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا تھا ـــــ اس لیے سب سے پہلے انہیں پر نظر گئی ـ ویسے بھی یہ ریس کھیلنے کے شوقین ہیں ـــــ اس لیے انہیں پیسوں کی ضرورت

دوسروں سے کچھ زیادہ ہی رہتی ہو گی اور ....."

"یہ غلط ہے ۔۔۔" جاوید چلایا۔ "میں ریس ضرور کھیلتا ہوں لیکن یہ کام اپنے جیب خرچ کی حد تک کرتا ہوں۔"

"شاید آپ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ بہر حال میں نے آپ کو شک کے دائرے سے باہر نہیں نکلنے دیا اور زیادہ تر آپ پر ہی نظر رکھی۔ اس کے بعد مجھے رشید پر شک گزرا ۔۔۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں اور خوفناک چہرہ کسی مجرم کا تصور ذہن میں لاتا ہے ۔۔۔ پھر مجھے مسٹر منصور پر شک ہوا ...."

"خدا کی پناہ ۔۔۔ تو کیا میں بھی شک کی زد میں رہا ہوں۔"

"بالکل ۔ میرے والد کا ایک اصول ہے ۔۔۔ جب بھی کوئی واردات ہو ۔ اس کے متعلقین میں سے کسی کو بھی شک سے بری نہ سمجھو ۔۔۔ بلکہ ہر ایک کو بطور مجرم رکھ کر سوچو ۔۔۔ یہی اصول میں نے بھی اپنایا ۔۔۔ آپ کے بعد مس ثریا پر نظر گئی ۔۔۔ یہ عورت ذات ہیں، دل نہ مانا کہ ان پر شک کیا جائے لیکن پھر بھی اصول سے مجبور ہو کر ان پر بھی شک کرنا پڑا۔"

"اُف! توبہ۔" ثریا کے منہ سے نکلا۔

"کریم بابا شکل سے ہی بہت سیدھے نیک لگتے ہیں ۔۔۔ یہ کسی طرح بھی چور نہیں ہو سکتے تھے ۔۔۔ لیکن میں نے انہیں بھی بغور دیکھا اور ان کی حرکات کو بھی ۔۔۔ انور تو ہمارے کمرے میں آتا جاتا ہی رہا ۔۔۔ اس

لیے وہ بھی نظر میں رہا ۔۔۔ سب سے کم شک مجھے آنٹی پر ہوا ۔۔۔ کیونکہ انہی کا تو ہار گم ہوا تھا ۔۔۔ اور ان سے بھی کم شک مجھے انکل پر ہوا ۔۔۔"

"کیا ۔۔۔ تو کیا تم مجھ پر بھی شک کرتے رہے ہو۔"

"جی ہاں ۔۔۔ معاف کیجیے، میں مجبور تھا ۔۔۔ بہر حال ۔۔۔ آپ کی تو چوری ہوئی تھی ۔۔۔ بھلا آپ کیسے چور ہو سکتے تھے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔۔۔ لیکن یہاں بھی والد صاحب کا اصول آڑے آیا ۔۔۔ اور دل نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے آپ پر بھی شک کیا۔"

"بھئی واہ ۔۔۔ یہ اچھا اصول ہے۔" جاوید بول اُٹھا۔

"اور اس طرح آٹھوں کے آٹھوں آدمی شک کی زد میں آتے گئے اور نکلتے گئے ۔۔۔ میں چور کو نہ پہچان سکا ۔۔۔ مجھے اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل سکا ۔۔۔ کل ہم تینوں گاؤں کی سیر کرنے کے بہانے گھر سے نکلے اور گاؤں کے نقل ساز کے پاس پہنچے ۔۔۔ اس سے معلومات حاصل کیں کیا آپ جانتے ہیں اس سے ہمیں کیا معلوم ہوا ۔۔۔ اس نے بتایا کہ چابی کی نقل تیار کرنے کے لیے موم کے ٹکڑے پر صرف چابی کے نقش ہی کافی نہیں بلکہ تجوری میں جو چابی کا سوراخ ہوتا ہے ۔۔۔ اس کا نقش بھی اتارنا ضروری ہے ۔۔۔ بالکل فٹ چابی اسی صورت میں بن سکتی ہے۔ یہ بات معلوم کرنے کے بعد ہم نے واپس آکر تجوری کے سوراخ کا معائنہ کیا ۔۔۔ لیکن عدسے کی مدد کے باوجود ہمیں اس سوراخ میں کوئی موم کا ذرہ نظر نہیں آ سکا۔ یہ چیز ہمیں حیران کر دینے کے لیے کافی تھی

—ہم سوچ میں پڑ گئے کہ آخر ایسا کیوں ہے — چابی پر ذرات موجود ملے ہیں — اس طرح میرے ذہن میں دو خیال ابھرے — ایک یہ کہ ہو سکتا ہے ایسے کاریگر بھی ہوں جو صرف چابی کے نقش دیکھ کر ہی چابی تیار کر دیں — دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے کہ چابی کی نقل تیار نہ ہوئی ہو — دوسرے خیال نے مجھے ایک نئے راستے پر ڈال دیا — اور میں نے سوچنا شروع کیا — میں نے فرض کر لیا کہ چابی کی نقل تیار نہیں ہوئی — پھر کیا چوری اصل چابی کے ذریعے کی گئی ہے.... لیکن تجوری کی چابی دن کے وقت انکل کی جیب میں رہتی ہے اور رات کو وہ اسے سرہانے رکھتے ہیں — جب کہ رات کو کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند رہتی ہیں — پھر آخر چور نے تجوری کیسے کھولی — اس سوال نے مجھے بہت چکرایا — آخر ایک ہی بات ذہن میں آئی....» محمود کہتے کہتے رک گیا — اس نے سب پر ایک نظر ڈالی — ہر کوئی اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے بیان کو بغور سن رہا تھا۔ اس نے پھر کہنا شروع کیا:

«میرے ذہن میں جو بات آئی — وہ یہ تھی کہ تجوری اصلی چابی سے ہی کھولی گئی تھی۔»

«آخر کیسے۔» ثریا اور حنیفہ بیگم نے بے چین ہو کر پوچھا۔

«کیسے — اس کا جواب ہے — بہت آسانی سے۔» محمود پہلی بار مسکرایا۔

«کیا مطلب — بہت آسانی سے —» کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

«جی ہاں — بہت آسانی سے — اور جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تجوری

اصل چابی سے کھولی.....»

«تم نے بتایا نہیں کہ کیسے؟» جاوید نے اسے گھور کر دیکھا۔

«ابھی بتاتا ہوں — ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ جب مجھے معلوم ہو گیا کہ تجوری اصل چابی سے کھولی گئی ہے تو میرے لیے باقی کام آسان ہو گیا، لیکن تحریروں کے نہ ملنے کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا تھا، رات کھانے کی میز پہ وہ بھی حل ہو گیا۔» محمود نے رک کر ان سب کو دیکھا۔

«کھانے کی میز پہ!» کئی ایک کے منہ سے نکلا۔

«ہاں کھانے کی میز — اس چھوٹے سے تنکے نے سارا مسئلہ حل کر دیا —» محمود نے دانت کریدنے کا ایک تنکا اٹھا کر سب کو دکھاتے ہوئے کہا۔

«کیا!» ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

«ہاں اس تنکے سے میں چور تک پہنچ گیا۔»

«آخر کیسے —» سب کے منہ سے نکلا۔

«چور نے رات، کھانے کے بعد ایک تنکا اٹھایا — تنکا اس کے بائیں ہاتھ میں تھا — وہ اس سے دانت کریدنے لگا — دانت کریدتے کریدتے پھر اس کا ہاتھ منہ سے میز کی سطح پر آ گیا — اور میں نے دیکھا وہ میز کی سطح پر بے خیالی میں کچھ لکھ رہا تھا.... جانتے ہیں کس ہاتھ سے — بائیں ہاتھ سے۔»

«کیا!» وہ سب حلق پھاڑ کر چلائے۔

"جی ہاں — وہ بائیں ہاتھ سے تنکے سے میز کی سطح پر لکھ رہا تھا۔ پھر جب سب لوگ کمرے سے چلے گئے — میں نے اٹھ کر دیکھا — میز پر چند حروف بنے ہوئے تھے — اور وہ حروف بالکل ان پرزوں کے حروف سے ملتے جلتے تھے۔"

"کیا!" ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — فرزانہ اور فاروق بھی اس موقعے پر چونکے بغیر نہ رہ سکے — وہ حیرت سے محمود کو دیکھ رہے تھے — کمرے میں مکمل سناٹا چھا گیا تھا — صرف سانس لینے کی آوازیں آ رہی تھیں — یوں لگتا تھا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

"ہاں — وہ بائیں ہاتھ سے لکھے ہوئے الفاظ پرزوں سے بالکل ملتے جلتے تھے —"

"لیکن تنکے سے لکھے ہوئے الفاظ کیسے نظر آ سکتے ہیں۔" ثریا نے اعتراض کیا۔

"میز کی سطح پر میل جمی تھی — اس نے الفاظ اسی میل پر لکھے تھے جو بعد میں میز کی صفائی کرنے پر ضائع ہو گئے۔ اب سارا معاملہ میرے لیے صاف ہو گیا تھا — اب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ آپ سب لوگوں کی تحریر پرزوں کی تحریر سے کیوں نہ مل سکی — ظاہر ہے کہ پرزے بائیں ہاتھ سے لکھے گئے تھے اور جب ہم نے جملہ لکھوایا تو چور نے دائیں ہاتھ سے لکھا — اسی لیے کمروں میں بھی پرزوں سے ملتی جلتی کوئی تحریر نہ مل سکی —"

"ٹھیک اب سب معاملہ صاف ہو گیا — پوری بات سمجھ میں آ گئی لیکن ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ چور کون ہے اور اس نے تجوری کیسے کھولی؟" جاوید نے پوچھا۔

"اجازت ہے انکل — بتا دوں کہ چور کون ہے۔"

"ہاں بھئی — ضرور — مجھے کوئی اعتراض نہیں —" الطاف شاہد نے مسکرا کر کہا۔

"چور آپ سب کے سامنے تشریف فرما ہیں۔" محمود نے مسکرا کر الطاف شاہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا! —" سب چلا اٹھے — "نہیں — نہیں — یہ نہیں ہو سکتا — یہ غلط ہے — بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے — تم بکتے ہو" ملی جلی آوازیں کمرے میں گونج اٹھیں — فاروق اور فرزانہ کا حیرت کے مارے برا حال تھا — آخر الطاف شاہد کی آواز نے ان سب کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا:

"خاموش — شور نہ مچاؤ — جو وہ کہہ رہا ہے سنو۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی — چہروں پر حیرت کا اب بھی وہی عالم تھا۔

"یہ کیا ماجرا ہے — آپ اس بات کو ماننے سے انکار کیوں نہیں کرتے۔" صفیہ بیگم نے پریشان ہو کر کہا۔

"اسے ثابت تو کر لینے دو — سنو تو سہی — وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں — وہ بائیں ہاتھ سے تنکے سے میز کی سطح پر لکھ رہا تھا۔ پھر جب سب لوگ کمرے سے چلے گئے — میں نے اٹھ کر دیکھا — میز پر چند حروف بنے ہوئے تھے — اور وہ حروف بالکل ان پرزوں کے حروف سے ملتے جلتے تھے۔"

"کیا!" ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — فرزانہ اور فاروق بھی اس موقعے پر چونکے بغیر نہ رہ سکے — وہ حیرت سے محمود کو دیکھ رہے تھے — کمرے میں مکمل سناٹا چھا گیا تھا — صرف سانس لینے کی آوازیں آ رہی تھیں — یوں لگتا تھا جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

"ہاں — وہ بائیں ہاتھ سے لکھے ہوئے الفاظ پرزوں سے بالکل ملتے جلتے تھے —"

"لیکن تنکے سے لکھے ہوئے الفاظ کیسے نظر آ سکتے ہیں۔" ثریا نے اعتراض کیا۔

"میز کی سطح پر میل جمی تھی — اس نے الفاظ اسی میل پر لکھے تھے جو بعد میں میز کی صفائی کرنے پر ضائع ہو گئے۔ اب سارا معاملہ میرے لیے صاف ہو گیا تھا — اب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ آپ سب لوگوں کی تحریر پرزوں کی تحریر سے کیوں نہ مل سکی — ظاہر ہے کہ پرزے بائیں ہاتھ سے لکھے گئے تھے اور جب ہم نے جملہ لکھوایا تو چور نے دائیں ہاتھ سے لکھا — اسی لیے کمروں میں بھی پرزوں سے ملتی جلتی کوئی تحریر نہ مل سکی —"

"ٹھیک اب سب معاملہ صاف ہو گیا — پوری بات سمجھ میں آ گئی لیکن ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ چور کون ہے اور اس نے تجوری کیسے کھولی؟" جاوید نے پوچھا۔

"اجازت ہے انکل — بتا دوں کہ چور کون ہے۔"

"ہاں بھئی — ضرور — مجھے کوئی اعتراض نہیں —" الطاف شاہد نے مسکرا کر کہا۔

"چور آپ سب کے سامنے تشریف فرما ہیں۔" محمود نے مسکرا کر الطاف شاہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا! —" سب چلا اٹھے — "نہیں — نہیں — یہ نہیں ہو سکتا — یہ غلط ہے — بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے — تم بکتے ہو —" ملی جلی آوازیں کمرے میں گونج اٹھیں — فاروق اور فرزانہ کا حیرت کے مارے برا حال تھا — آخر الطاف شاہد کی آواز نے ان سب کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا:

"خاموش — شور نہ مچاؤ — جو وہ کہہ رہا ہے سنو۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی — چہروں پر حیرت کا اب بھی وہی عالم تھا۔

"یہ کیا ماجرا ہے — آپ اس بات کو ماننے سے انکار کیوں نہیں کرتے۔" صفیہ بیگم نے پریشان ہو کر کہا۔

"اسے ثابت تو کر لینے دو — سنو تو سہی — وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

الطاف شاہد مسکرائے۔

"اب میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا۔ صرف اتنا اور کہوں گا کہ یہ ایک فرضی چوری تھی۔"

"فرضی چوری۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں — جھوٹ موٹ کی چوری۔"

"مگر آخر کیوں — اس چوری کا مقصد کیا تھا۔" جاوید نے پوچھا

"ٹھہرو۔" الطاف شاہد نے کہا۔ "بھئی تم نے ابھی تک ثابت نہیں کیا کہ میں چور ہوں۔"

"آپ نے کوئی ثبوت — کوئی نشان نہ چھوڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی — سب سے زیادہ پریشانی مجھے ثبوت کی وجہ سے ہوئی یا پھر ایک بات — جو اب تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

"وہ کیا؟" الطاف شاہد نے پوچھا۔

"لاکھ سر مارنے کے باوجود میں اس فرضی چوری کا مقصد نہیں جان سکا۔"

"بہت خوب — اور ثبوت — کیا تمہیں کوئی ثبوت مل گیا۔"

"جی ہاں — آپ کے چور ہونے کا ثبوت میرے پاس ہے۔"

"پیش کرو۔" الطاف شاہد نے حیران ہو کر کہا۔

محمود نے اپنی پینٹ کی جیب میں سے ایک چھوٹا سا رائٹنگ پیڈ نکالا — جسے دیکھ کر الطاف شاہد بُری طرح چونکے۔

"کیا یہ آپ کا ہے۔" محمود نے اُن سے پوچھا۔

"ہاں!"

"تو ملاحظہ فرمایئے — اس نے دونوں پُرزے نکالے اور انہیں جن دو صفحوں کے درمیان سے پھاڑا گیا تھا — ان جگہوں پر رکھ کر دکھایا۔ دونوں پُرزے پھٹی ہوئی جگہوں پر بالکل فٹ آئے۔ سب نے حیران ہو کر اس منظر کو دیکھا۔

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے نے اس پیڈ میں سے یہ پرزے پھاڑے ہوں — تاکہ شک چچا جان پر کیا جائے۔" منصور نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں — لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ یہ پیڈ وہ نہیں ہے جو آج کل انکل کے استعمال میں ہے۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" منصور نے چونک کر پوچھا۔

"انکل کی الماری میں تقریباً آدھ درجن پیڈ رکھے ہیں — یہ ان کے درمیان میں موجود تھا — اگر کسی کا ارادہ انکل کی طرف شک منتقل کرنے کا تھا تو وہ ضرور اس پیڈ میں سے دونوں پرزے پھاڑتا جو آج کل ان کے استعمال میں ہے —"

سب خاموش ہو گئے — سارا معاملہ صاف ہو گیا تھا — اب کسی کے پاس اعتراض کرنے کے لیے کوئی بات نہیں بچی تھی۔

"کہیے انکل — کیا آپ اس ثبوت کی موجودگی میں اور اس انکشاف

کے بعد اکہ آپ بائیں ہاتھ سے بھی لکھ لیتے ہیں اور یہ کہ پرزے بائیں ہاتھ سے لکھے گئے تھے، بھی اپنے آپ کو چور تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں — اگر آپ انکار کریں گے تو میں ان سب لوگوں کی موجودگی میں آپ سے کہوں گا کہ آپ بائیں ہاتھ سے وہی دو جملے لکھ کر دکھا دیں —"

"نہیں — اس کی ضرورت نہیں ۔" الطاف شاہد مسکرائے۔

"کیا مطلب!" کئی آوازیں اُبھریں۔

"یہ تینوں پانچ ہزار روپے کا انعام جیت گئے۔" الطاف شاہد کے منہ سے نکلا۔

"میں نے کہا تھا نا — تم ہار جاؤ گے —" دروازے کی طرف سے اچانک آواز نے انہیں چونکا دیا — وہ سب دروازے کی طرف مڑے۔

وہاں انسپکٹر جمشید کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"ابا جان! آپ ۔" تینوں کے منہ سے نکلا۔

"ہاں — حیران ہونے کی ضرورت نہیں — میرا یہاں پہنچنا بھی پروگرام میں شامل تھا۔" وہ بدستور مسکرائے جا رہے تھے۔

"پروگرام — کیسا پروگرام ۔" کمرے میں بیٹھا ہوا ہر فرد حیران تھا۔

"یہ ایک ماہ پہلے کی بات ہے — میں رحمان نگر میں آیا تھا — تمہارے انکل نے بتایا کہ وہ تم تینوں کے کارنامے اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں — اور تم سے ملنے کے بے حد شائق ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا

کہ وہ ذاتی طور پر تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں — میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے گھر میں چوری کی ایک واردات ہو گی — میں نہیں فون کروں گا — تم خود نہ آنا — بلکہ ان تینوں کو بھیج دینا — میں نے ان کی یہ بات مان لی — ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہہ دیا کہ دوسرے دن ناشتے کے وقت تک یہ تینوں چور کو پکڑ لیں گے — تمہارے انکل نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ چوری گھر کا کونسا فرد کرے گا — لہٰذا تمہیں بہزاد ڈاکو کا بہانہ بنا کر تنہا یہاں بھیج دیا گیا اور تم میری توقعات پر پورے اُترے — میں دروازے پر کھڑا سب کچھ سنتا رہا ہوں ۔"

"اوہ — تو یہ بات تھی ۔" تینوں حیران رہ گئے۔

"ہاں — اور اسی لیے تم چوری کا مقصد نہ جان سکے — دراصل چوری کا مقصد تو تمہارا امتحان لینا تھا — پھر بھلا تم مقصد کیسے جان سکتے تھے —" الطاف شاہد بولے ۔" ساتھ ہی میں نے تمہارے والد سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے چوری کا پتا لگا لیا تو تمہیں پانچ ہزار روپے انعام دوں گا —"

"پانچ ہزار!" انہوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بھئی جمشید — یقین جاننا — میں نے پوری پوری کوشش کی کہ انہیں کامیاب نہ ہونے دوں —"

"ہوں — میں جانتا ہوں — تم نے انہیں چکر پر چکر دیے ہیں —"

لیکن آخر کار جیت ان کی ہوئی۔"

"تو چابی پر موم کے ذرات آپ نے خود لگائے تھے۔" فرزانہ کو اچانک یاد آیا۔

"ہاں — خوب یاد آیا — میرے علاوہ کون لگاتا — لیکن تم نے جو تجوری کے سوراخ کے بارے میں معلوم کیا، اس نے مجھے بھی پریشان کر دیا تھا۔"

"یہیں سے تو میں نے آپ پر شک کرنا شروع کیا تھا — اگر تجوری کے سوراخ پر بھی موم کے ذرات مل جاتے اور خلال کے ذریعے آپ سے بائیں ہاتھ سے لکھنے کی غلطی نہ سرزد ہوتی تو میں کبھی بھی آپ کو نہ پہچان سکتا۔"

"ہوں — یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ویسے انکل — کیا واقعی آپ بائیں ہاتھ سے لکھ لیتے ہیں — یا پرزوں پر ہمیں چکر دینے کے لیے ہی لکھا تھا۔" فاروق نے پوچھا۔

"نہیں بھئی — میں بائیں ہاتھ سے لکھنے میں بہت ماہر ہوں — لیکن آج سے پہلے یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی — تمہارے ابو کو بھی نہیں۔"

"اچھا — اب نکالو ان کے پانچ ہزار — ہمیں واپس بھی جانا۔"

"نہیں — ابا جان — ہم انعام نہیں لیں گے۔" محمود نے کہا۔

"بھئی — وہ تو تمہیں لینا ہی پڑے گا۔" الطاف شاہد نے کہا۔" اور

جمشید تم نے کیا کہا — واپس بھی جانا ہے — اب دو چار دن یہاں رہ کر جانے دوں گا۔"

"اور شہر میں بہزاد ڈاکو کو تم پکڑو گے۔"

بہزاد ڈاکو کا نام سن کر محمود، فاروق اور فرزانہ ہنس پڑے۔

مہماتی ناول

ہر ناول کی کہانی الگ تھلگ • خوفناک مناظر سے آراستہ

ناول	مصنف	قیمت
گمنام قبیلے کا راز	محمد عظیم	۳/۷۰
آدم خوروں کا جزیرہ	حسن اکبر کمال	۳/۷۵
طلسمی جنگل	ریاض احمد	۴/۵۰
جانی چور کے کارنامے	مُحمّد یونس حسرت	۳/-
جانی چور کی واپسی	مُحمّد یونس حسرت	۳/-
عقل مند شکاری	مُحمّد یونس حسرت	۳/۵۰
خوفناک سازش	مُحمّد یونس حسرت	۳/-
پُراسرار چیتا	مُحمّد یونس حسرت	۳/-
اور میں زندہ رہا	جبّار توقیر	۳/-
رنگون سے فرار	اے۔ حمید	۳/-
سگنل کی سُرخ بتّی	اے۔ حمید	۳/-
چاند تارا	لطیف فاروقی	۳/-
جہاں گشت بغدادی	اسرار زیدی	۳/۵۰
تہ خانے کا راز	اشتیاق احمد	۳/-

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور۔ حیدرآباد۔ کراچی

پُراسرار ناول

ہر ناول میں ایک سنسنی خیز واقعہ اور دردناک کہانی

ناول	مصنف	قیمت
دھوئیں کی مخلوق	ذوالفقار احمد تابش	۳/۷۵
سارنگ بابا اور جل پری	اے۔ حمید	۳/-
ڈوبے جہاز کا راز	اے۔ حمید	۳/-
خلا میں جنگ	اے۔ حمید	۳/-
جادوگر جاسُوس	آغا اشرف	۳/۵۰
وحشت ناک چہرہ	آغا اشرف	۳/-
بھوتوں کا راز	جبّار توقیر	۳/۵۰
وہ بے گناہ تھا	اے۔ حمید	۳/-
امجد کا اغوا	اے۔ حمید	۳/۵۰
شیشے کا بکس	اشتیاق احمد	۳/۵۰
دوستوں کا کارنامہ	ریاض احمد	۵/-
آدھی رات	جبّار توقیر	۴/۵۰
ایک لڑکا ایک ڈاکٹر	جبّار توقیر	۳/۵۰
غار میں چیخ	اے۔ حمید	۳/-

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور۔ حیدرآباد۔ کراچی